آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۰ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء نمبر ۷

چندہ سالانہ عوام عا سے طلباء عہ سے

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

ریویو

کرامات المہدی:۔ مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل۔ اس رسالہ میں قاضی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ۱۳۳ نشانات کو جمع کیا ہے اور آخر میں مختصر طور پر مندرجہ ذیل مضامین پر بحث کی ہے (۱) وفات مسیحؑ (۲) ابن مریم سے مراد اُس کا مثیل ہے (۳) وقت نزول (۴) مقام نزول (۵) خاص مسیحؑ کے نشان۔ یہ رسالہ بہت مفید ہے اور تھوڑے سے حجم میں بہت سے مضامین کو جمع کر دیا گیا ہے خصوصًا وہ حصہ جس میں نشانات کی فہرست دی گئی ہے نہایت مفید ہے۔ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے نشانات کا ایک آئینہ ہے ۱۸ صفحہ کا رسالہ قیمت ار ملنے کا پتہ محمد یامین مہاجر تاجر کتب قادیان۔

تاریخ اسلام کے دلچسپ واقعات:۔ اس نام کا ایک رسالہ منشی غلام قادر صاحب فصیح نے شہر سیالکوٹ سے جاری کرنا شروع کیا ہے جس میں اسلامی تاریخ کے واقعات باترتیب شائع کیے جاتے ہیں۔ اس رسالہ کی آجکل کے مسلمانوں کو بہت ضرورت تھی کیونکہ وہ اسلامی تاریخ سے عمومًا بالکل ناواقف ہیں۔ علاوہ ازیں ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کے حالات پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور صحابہ کرام کی راستبازی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے یہ ایک ایسی قوم تھی جسکی نظیر نہ کبھی پہلے پیدا ہوئی اور نہ آیندہ گمان ہوسکتا ہے کہ کبھی پیدا ہو۔ ان کے حالات پڑھنے سے انسان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ رسالہ زیر ریویو میں حضرت ابو بکرؓ کے حالات قابل دید ہیں۔ ہر ماہ میں عمومًا ۴۵ صفحے کے دو رسالے شائع ہوتے ہیں۔ جو بعد میں کتاب کی شکل میں جمع ہوسکتے ہیں۔ قیمت سالانہ للعہ۔ ششماہی عا سہ ماہی عہ۔

اقیموا الصلوٰۃ:۔ اس رسالہ میں شیخ عبد الرحیم صاحب قادیان مصنف رسالہ الذکر نے نماز کی حقیقت اور اس کے ادا کرنیکے شرائط کو نہایت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ جو شخص اس رسالہ کو پڑھیگا انشاء اللہ تعالےٰ ضرور اس سے بیش بہا روحانی فائدہ حاصل کریگا کاغذ اور چھپائی بہت عمدہ ہے قیمت صرف ا ملنے کا پتہ شیخ عبد الرحمٰن قادیانی۔ تاجر قادیان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون ۝
فسبحٰن الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ والیہ ترجعون ۝

حقیقی سُکھ کی راہ

مرقومہ جناب ڈاکٹر بشارت احمدؐ صاحب

انسان کے حقیقی سُکھ کا معیار بوجہ اختلاف مذاق اختلاف طبیعت اختلاف عادات مختلف ہونا چاہیئے اور مختلف ہے۔ اور اسی لیئے اگر سُکھ کی تعریف کی جائے تو وہ یہی ہوسکتی ہے کہ ایک انسان کے ارادوں اور خواہشوں کا ہمیشہ پورا ہوتے رہنا۔ اس کے حصول کے لیئے مخلوق نے تین راہیں اختیار کی ہیں (۱) ایک تو وہ راہ ہے جو مادی لوگوں نے اختیار کی ہے اور جنہوں نے خلق سے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے اُس کے تین بڑے ذریعے ہیں۔ سلطنت۔ دولت علم مخلوقات۔ اپنے ارادوں کے پورا کرنے کے لیئے انسان نے یہ کوشش کی کہ وہ ملک پر زمین پر۔ نباتات پر۔ مویشیوں پر۔ دوسرے انسانوں پر قبضہ کرے تا اُس کو اپنے ارادوں کے پورا کرنے میں مدد ملے۔ اسی کا نتیجہ دنیا میں سلطنتیں اور حکومتیں ہیں۔ جو اس طرح کامیاب نہیں وہ طرح طرح سے دولت کماتے ہیں تا روپے کے زور سے وہ بات حاصل کریں جو دوسروں کو حکومت سے ملی۔ اور پھر تیسرا ذریعہ علم سائنس ہے جس کے ذریعہ طرح طرح کی ایجادیں دنیا میں کی گئیں۔ حتیٰ کہ ان کے ذریعہ انسان نے اپنے ارادوں کی تکمیل میں عناصر تک سے مدد لی۔ مگر با ایں ہمہ یہ ناممکن ہے کہ انسان کے

کُل ارادے پورے ہوجائیں۔ ہر ایک امر اُس کی خواہش کے مطابق ہو۔ بڑے بڑے شہنشاہوں۔ دولتمندوں۔ ڈاکٹروں۔ موجدوں کو حسرت۔ بے کسی۔ بے بسی۔ دُکھ مصیبت وغیرہا کا ویسا ہی شکار پایا جاتا ہے جیسا ایک ادنیٰ فرد بشر۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انہوں نے ایک حد تک سکھ کو پایا اور اپنے ارادوں کے پورا کرا لینے میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔ مگر آگے وہی بے بسی ہے جو لازمۂ مخلوق ہے (۲) دوسری وہ راہ ہے جو مسمرائزر لوگوں کی ہے اس قوم نے نفس سے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے اُنہوں نے اس حقیقت کو پالیا کہ در اصل خود انسان کے اندر ایسی ایسی قوّتیں مخفی ہیں کہ انسان عظیم الشان ترقی کر سکتا ہے اور یہ تمام عالم انسان کے نفس کے مقابل میں عالم صغیر ہے اور خود نفس عالم کبیر ہے۔ اُنہوں نے مختلف طریقوں سے مجاہدات کرکے اپنی ارادی قوّت کو بڑھایا۔ اور اُس سے فائدہ اُٹھایا اور سُکھ کے حصول میں مادی لوگوں سے آگے بڑھ گئے۔ جو ارادہ ایک بادشاہ یا ایک امیر کسی طرح پورا نہیں کر سکتا وہ بعض حالتوں میں ایک مسمرائزر کر سکتا ہے اسی قوّت ارادی کے کرشمے اس زمانہ میں لوگوں نے مشاہدہ کئے ہیں۔ جو بڑی بڑی مادی طاقتوں سے بھی بڑھکر ثابت ہوئے ہیں مگر آخر ایک حد پر جاکر یہ بھی رہ گئے۔ کیونکہ انسان ایک محدود ہستی ہے اور اُس کی قوّتیں بھی لازماً محدود ہیں۔ وہ وہیں تک ترقی کرے گا جہاں تک اُس کی استعداد ہے وہ اپنی ارادی قوّتوں کو وہیں تک کام میں لا سکتا ہے جہاں تک اُس کا ارادہ دوسروں پر غالب آسکتا ہے۔ دنیا میں ایسی بہت سی قوّتیں موجود ہیں جن پر اُن کا ارادہ غالب نہیں آسکتا۔ خود بعض انسان قدرتی طور پر زبردست ارادی قوّت اپنے اندر رکھتے ہیں جن پر ایک مسمرائزر کی توجہ غالب نہیں آسکتی یا ایک جماعت پر وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مجموعی قوّت اُس اکیلے انسان کی قوّت سے بڑھ جاتی ہے۔ پھر با ایں ہمہ ایسا انسان اخلاق فاضلہ سے محروم رہ جاتا ہے۔ وہ رات دن اپنی خواہشات کا تابع ہوتا ہے۔ انسان کے اندر بُری بھلی سب ہی قسم کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو انسان دن رات اپنی خواہشوں کے تابع ہے وہ کبھی نیکی کے اعلیٰ معیار پر نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قوّت ارادی سے کسی شخص کو نیکی کی طرف مائل کر سکتے ہیں تو اُسی قوّت ارادی سے ایک عورت سے ناجائز تعلق بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ کسی کی بیماری کو دُور کر سکتے ہیں تو کسی کو اپنے ناجائز فائدہ کی خاطر

بیمار بھی ڈال سکتے ہیں۔ غرضکہ یہ ایک بڑی خطرناک راہ ہے۔ اور ایسا انسان نفس کے تاریخ اور اخلاق فاضلہ سے محروم ہوتا ہے۔ پھر ان خواہشات کی اتباع سے انسان بڑے بڑے نقصان بھی اُٹھاتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک خواہش یا ارادہ جو انسان کے قلب میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ انسان کے لیئے مفید ہو۔ بلکہ بار ہا وہ نہایت مضر ہوتا ہے۔ اس لیئے ایسا انسان اکثر اپنے پاؤں میں آپ کلھاڑی بھی مار کرتا ہے اور چنانچہ ایسے لوگوں کا انجام بالعموم ہلاکت ہوتا ہے۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ باوجود اتنی ریاضتوں اور محنتوں کے یہ حالت ایک قلیل مدت کے لیئے ہوتی ہے یعنی موت کے ساتھ ہی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا دو راہوں پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں راہیں حقیقی سُکھ کی نہیں۔ کیونکہ محدود ہیں کیا باعتبار ترقی اور وسعت کے اور کیا باعتبار زمانہ کے یعنی ایک حد تک سُکھ پہنچا سکتی ہیں اور بس اور پھر یہ کہ فانی ہیں ہمیشہ کے لیئے نہیں ہیں جہاں اس وجود اور عالم کو چھوڑا اُس کے ساتھ اس کی قوتیں اور طاقتیں بھی رخصت ہو گئیں (۳) اب تیسری راہ اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کو اختیار کیا اور وہ انبیاء ہیں۔ اُنہوں نے انسانی نفس اور تمام مخلوقات کا عجز دیکھکر اس حقیقت کو معلوم کر لیا کہ در اصل حقیقی سکھ کے حصول کا صحیح طریق یہی ہے کہ اُس ذات کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے جو ہر ایک عجز اور نقص اور کمزوری اور فنا اور زوال سے پاک ہے۔ اور وہ سب پر غالب ہے اور جو ارادہ کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اُس کے آگے کوئی چیز جس کا وہ ارادہ کرے اَن ہونی نہیں عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ اور علم تام رکھتا ہے اور ہر ایک چھپی کھلی بات اور ہر ایک غیب کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک نفع و نقصان اُسی کے ہاتھ میں ہے اور جو چاہے پیدا کر سکتا ہے اور جو چاہے مٹا سکتا ہے اور وہ اللہ ہے جو اس تمام موجودات عالم کا خالق اور مالک ہے۔ جب دنیا کے بادشاہوں کے ساتھ جو خود عاجز مخلوق ہیں تعلق پیدا کرنے سے انسان ایک حد تک سُکھ پاتا ہے تو جو حقیقی بادشاہ اور مالک الکل ہے اُس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے ابدالآباد کیلیئے کیسا کامل سُکھ انسان حاصل کر سکتا ہے۔ اب یہ سچی بات ہے کہ بادشاہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُس کا فرمانبردار بنے اور فرمانبرداری محبت اور اخلاص

بنی ہو نہ کہ ظاہرداری پر اور ہر حالت عسر و یسر میں یکساں فرمانبرداری کرے اسی طرح خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں بھی ضرور ہے۔ کہ وہ خدائے تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرے اور اُس کے کسی امر سے کبھی بھی خواہ دُکھ میں ہو یا سکھ میں باہر نہ ہو اور کامل اخلاص اور محبت سے اُسکی فرمانبرداری کرے۔ فرمانبرداری کے دو رنگ ہیں ایک تو یہ کہ جو احکام اوامر و نواہی کے خدا نے الہام کے ذریعہ ظاہر فرمائے ہیں (کیونکہ الہام ہی کے ذریعہ اُس کی مرضی کا صحیح علم ہو سکتا ہے) اُن کی سچے اخلاص سے کامل اطاعت کرے دوسرے یہ کہ جو تقدیر خدا کی طرف سے جاری ہو خواہ وہ سُکھ ہو یا دُکھ ہو اُس کو بخوشی اور برضا و رغبت اور کامل محبت سے برداشت کرے گویا ہر حالت میں خدا کی حکومت کو اپنے اوپر قبول کرے اور اُس کے اپنے دل میں کوئی خواہش سوا اسکے نہ ہو کہ خدا راضی ہو۔ یعنی ہر آن ہر گھڑی خدا ہی مطلوب مقصود محبوب اور معبود ہو۔ اور یہی معنے لا الٰہ الا اللّٰہ کے ہیں جو تمام نبیوں کا کلمہ ہے۔ اور اس میں یہانتک فنائیت ہو کہ اپنی کُل خواہشات اور ارادوں کو خواہ دنیا کے لیئے ہوں یا آخرت کے لیئے بکلی ترک کر دے اور خدا کے ارادوں کے ماتحت ایک بے جان مشین کی طرح اپنے تئیں ڈالدے۔ کوئی بات کوئی حرکت اپنی خواہش یا ارادہ سے نہ کرے یعنی اپنی ہستی سے بالکل فنا ہو جائے اور خدا کے ارادوں کی گاڑی کے چلنے کے لیئے وہ بطور سڑک کے ہو۔ اور یہی معنے عبد کے ہیں۔ جب اس حالت پر انسان پُہنچ جاتا ہے اور اُس کا اپنا کوئی ارادہ نہیں رہتا۔ اور تمام ارادوں اور خواہشوں سے بکلی پاک ہو جاتا ہے اور اُس کے دل میں سوا خدا کے اور کوئی مطلوب نہیں ہوتا تب خدا اُس کی طرف رحمت اور محبت سے نظر کرتا ہے کیونکہ اب وہ تمام قسم کے شرک کی گندگیوں سے پاک ہو گیا ہے اور خواہشات اور نفسانی ارادوں کے بُت ٹوٹ گئے ہیں۔ اور دل کا حرم اب اس لائق ہے کہ اُس میں خدا نازل ہو پھر خدا کا اُس بندہ کے ساتھ ایسا شدید تعلق ہو جاتا ہے کہ اُس بندہ کے تمام قول و فعل خدا میں ہو کر سرزد ہوتے ہیں چنانچہ اس گروہ کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے جب بدر میں اپنی فوج کی حالت نازک دیکھی تو ایک مٹھی کنکری کی کفار کی طرف پھینکی جس کے پھینکتے ہی ایسی سخت ہوا کفار کے خلاف

چلی کہ تمام بیابان کے کنکر پتھر کفار کے منہ پر پڑنے لگے اور اُنہیں شکست ہو گئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اسی امر کے متعلق آیا ہے یعنی تُو نے کنکریاں نہیں پھینکیں بلکہ خدا نے پھینکی تھیں۔ اور بائبل میں بھی اسی کی پیشین گوئی ہے کہ اُس کا دایاں ہاتھ مہیب کام دکھائیگا* یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی صحت پر مبنی ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ غرضکہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ اور باخدا لوگوں کے حالات میں ہزارہا ایسے واقعات موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ خدا کا نہایت شدید تعلق ہوتا ہے اور خدا ہر مقام پر اِن کی نصرت کرتا اور انکے دشمنوں کا دشمن ہوتا ہے جدھر ان لوگوں کا مُنہ ہوتا ہے اُسی طرف خدا کا مُنہ ہوتا ہے اس زمانہ کو بھی خدا نے خالی نہیں چھوڑا چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ تمام دنیا پر روشن ہے اور اُن کے ہاتھ پر تازہ بتازہ نشان ایک عالم نے دیکھے۔ غرض اس مقام پر انسان پر ایک قسم کی موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور انسان مثل بچۂ معصوم کے ہوتا ہے اور جس طرح ماں باپ بچہ کی ہر ایک ضرورت کے متکفل ہوتے ہیں اور اُس کو ہر طرح راضی اور خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس انسان کی ہر ایک ضرورت کا متکفل ہوتا اور اُس کو ہر طرح راضی رکھتا ہے اور اُسکی ہر خواہش کو پورا کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے وَلَھُمْ مَا یَشْتَھُوْنَ۔ یعنی جو خواہش کرینگے اُن کے لیئے مہیا کی جاویگی۔ مگر یہ یاد رہے کہ اُس بندہ کے قلب میں کوئی ایسی خواہش نہیں اُٹھتی جو نفس کی طرف سے ہو اور کوئی ارادہ نفس کی طرف سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک خواہش یا ارادہ جو اُس کے قلب میں اُٹھتا ہے وہ منجانب اللہ ہوتا اور خدا کے ارادہ اور رضا کے ماتحت ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس بندہ کا ارادہ تمام دنیا کے ارادہ پر غالب آتا ہے اور جس امر کا وہ ارادہ کرتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ دراصل خدا کا ارادہ ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلعم کا واقعہ دنیا کو معلوم ہے کہ کسطرح ایک ایسے زمانہ میں جو شرک اور فسق و فجور سے بھرپور تھا اور بالخصوص جبکہ عرب کا ملک شیطان کا تخت گاہ بنا ہوا تھا آپ نے خود عرب میں آکر ایسا توحید اور نیکی کا نور پھیلایا کہ نہ صرف عرب ہی اُس سے روشن ہو گیا بلکہ تمام عالم اُس کی چمک سے جگمگا اُٹھا۔ کیا تمام عرب اور ایران اور روم و مصر کی متفقہ قوتوں نے

* ۴۵ زبور ۔ ۳ و ۴

سائے روکدیا ہرگز نہیں۔ یہ اسی لیئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ دراصل خدا کا ارادہ تھا۔ خدا کے ارادوں کے مقابل میں مخلوق کا ارادہ کیا ہستی رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی مثالیں موجود ہیں۔ باوجود مخالفتوں کے آخر وہی ہوا جو انہوں سنے چاہا تھا۔ پھر یہی نہیں کہ انسانوں پر ہی اس کا ارادہ غالب آتا ہے بلکہ چاند سورج اور ملائکہ تک فرمانبرداری کرتے ہیں ملائکہ کو آدم کی فرمانبرداری کے حکم کا یہی راز تھا اور یوسفؑ کے رؤیا میں چاند سورج اور ستاروں کو اپنی فرمانبرداری کرتے ہوئے دیکھنے کی یہی تعبیر تھی ؛

غرض یہ وہ مقام ہوتا ہے کہ جہاں بندہ اپنے رب کی گود میں (جو حقیقی سکھ کا سرچشمہ ہے) جا پڑتا ہے۔ اسطرح نہ صرف وہ اپنے لیئے ہی مفید ہوتا ہے۔ بلکہ غیر کے لیئے بھی۔ اپنے لیئے تو یُوں کہ لا انتہا ترقی کا دروازہ اُس پر کُھل جاتا ہے جسطرح خدا کی ربوبیت کی کوئی انتہا نہیں اسی طرح بندہ کی ترقی کی پھر کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور ابدی خدا میں ہوکر وہ ابدی زندگی پاتا ہے۔ اور اخلاق فاضلہ کو حاصل کرتا ہے اور خدا کی مختلف صفات کا وہ مظہر ہوتا ہے۔ غیر کے لیئے یوں کہ وہ اپنے ان صفات سے مخلوق کو نفع پہنچاتا ہے وہ خدا کے رحم سے حصہ لیتا ہے وہ رحیم ہوتا اور دنیا کی مخلوق پر شفقت کرتا اور انہیں نفع پہنچاتا۔ وہ پھر انہیں اسی راہ پر چلانے کی کوشش کرتا اور چلنے میں مدد دیتا ہے جس پر چلکر وہ خود کامیاب ہوا اور حقیقی راحت کا وارث بنا۔ غرض وہ دنیا کے لیئے ہادی اور نور ہوتا ہے۔ اور ایک نافع وجود ہوتا ہے ؛

ممکن ہے کہ یہاں کوئی اعتراض کرے کہ کبھی نبیوں کو بھی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ وہ تکالیف صرف ترقی درجات کے لیئے ہوتی ہیں۔ جسطرح ایک شفیق باپ اپنے بچّہ کو سکول اور کالج اور اُنکے سخت سے سخت امتحانوں کی تکالیف میں ڈالدیتا ہے تا وہ بچّہ ترقی کرے اور یہ محبت کا نتیجہ ہے اسی طرح کبھی خدا بھی اپنے برگزیدوں کو تکالیف میں ڈالتا ہے مگر اُس کا مطلب بھی وہی ترقی ہوتا ہے۔ اور جسطرح ایک سمجھدار بچہ ایسے شفیق باپ کا شکرگذار ہوتا ہے جو اُسے تعلیم کے لیئے سکولوں میں ڈالتا ہے اسی طرح وہ اپنے رب کا شکرگذار رہتا ہے کہ وہ اُس کی ترقی کے سامان پیدا کرتا ہے اور وہ خوش ہوتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ اس کے اندر بہت بڑا انعام مخفی ہے۔ وہ تکلیف اُسکے لیئے عین راحت ہی ہے۔ اور راحت کا کمال بھی

یہی ہے کہ وہ حالت بھی جسے دنیا مصیبت سمجھتی ہے بندہ کو عین راحت معلوم ہو۔ غرض کسی حالت میں بھی وہ راحت سے باہر نہیں ہوتے بلکہ ہر وقت وہ راحت و آرام میں ہوتے ہیں۔

امید ہے کہ اب یہ بات صاف ہو گئی ہو گی کہ نبیوں کی راہ ہی راحت حقیقی کی راہ ہے۔ مادی لوگوں اور مسمرائزر لوگوں نے مخلوق سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا تھا اور نبیوں نے خالق سے۔ مادی انسان نے خلق کو لیا۔ مسمرائزر نے نفس کو لیا۔ نبی نے خدا کو لیا۔ نبی کامیاب ہوا کیونکہ وہ حقیقت کو پہنچ گیا۔ خالق کا طالب ہوا۔ پہلے دو مخلوق کے طالب ہوئے اور ناکام رہے مادی لوگوں اور مسمرائزر لوگوں کا مطلوب و مقصود یہ دنیا اور اس کے عیش و آرام تھے۔ نبی کا مطلوب و مقصود خدا تھا جو سرچشمہ ہے تمام سکھوں کا اور مالک ہے تمام دنیا و آخرت کا۔ مادی لوگوں نے اپنے ارادوں کے پورا کرنے کے لیئے اسباب خلق سے کام لیا۔ مسمرائزر لوگوں نے خود اپنے ارادی قوتوں کو بڑھایا۔ مگر نبی نے اپنے کل ارادوں کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی ساری توجہ خدا کے لیئے کر دی اور فائز المرام ہوا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعض لوگ نادانی سے کہدیتے ہیں کہ مسمرائزر میں اور نبی میں فرق کیا ہے۔ اجی فرق تو جب ہو کہ کچھ مشابہت ہو۔ یہ تو ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ ایک ارادہ کو بڑھاتا ہے۔ دوسرا اُسے مٹاتا ہے ایک تو اپنی خواہشوں کو فنا کر چکا ہے۔ غرض رات اور دن اور ظلمت اور نور کا سا فرق ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسمرائزر ناکام ہوتا ہے اور نبی کامیاب۔ ایک خواہشوں کے پیچھے پڑ کر اسفل السافلین کو چلا جاتا ہے دوسرا اخلاق فاضلہ حاصل کر کے دنیا کے لیئے رحمت ثابت ہوتا ہے۔ ایک قدرے سکھ پاکر ہلاک ہو جاتا ہے۔ دوسرا ابدالآباد کے لیئے زندگی پاتا اور حقیقی راحت کا وارث ہوتا ہے۔ اب ایک طالب کے لیئے یہ بتلانا ضروری ہے کہ نبیوں کی راہ کا علم حاصل کرنے کے لیئے اسوقت دنیا میں اگر کوئی راہ ہے تو وہ اسلام ہے کیونکہ دنیا میں ایک ہی نبی ہے جس کا نمونہ کلی طور پر تاریخ نے یا یوں کہو کہ خدا نے محفوظ رکھا ہے۔ اور وہ محمد رسول اللہ صلعم ہے اور یہ بھی بشارت ہو کہ وہ جامع ہے تمام کمالات نبوت کا۔ لہٰذا تمام نبیوں کی کامیابی کی راہیں اس الہامی کتاب میں جو وہ لایا یعنی قرآن کریم

میں جو ایک محفوظ کتاب ہے موجود ہیں اور خود اُس کا سب سے اعلیٰ اور افضل نمونہ مکمل طور پر تاریخ میں ہمارے سامنے ہے۔ کوئی اور مذہب اپنی کتاب یا ہادی کے نمونہ کو ایسے یقین کے ساتھ دنیا کے آگے پیش نہیں کر سکتا کیونکہ زمانہ نے اُنہیں محفوظ نہیں رکھا۔ بلکہ صدہا دلائل اُنکے محرف و مبدل ہونے کے موجود ہیں مگر قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کا نمونہ دنیا میں کامل طور پر محفوظ اور موجود ہے جس میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں۔ پھر اِس زمانہ میں ایک شخص مرزا غلام احمد نامی نے اُس نمونہ اور اُس تعلیم کی اقتدا کر کے یہاں تک ترقی کی کہ وہ نہ صرف مسیح بن گیا بلکہ جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب پایا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ محمد مصطفےٰ صلعم جامع ہیں تمام کمالات نبوت کے کیونکہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اُن کی غلامی سے تمام نبیوں کی خلعتوں کے وارث ہوئے الحاصل حضرت مرزا صاحب کی اس ترقی نے ثابت کر دیا کہ واقعی نبیوں کی راہ اسلام ہی ہے کیونکہ اسپر چلکر وہ نبیوں کے وارث بنے اور کہ یہ ایسا محفوظ اور زندہ مذہب ہے کہ اب بھی اِس پر چلکر انسان پہلوں کی طرح ترقی کر سکتا ہے اور حقیقی راحت کا وارث ہو سکتا ہے ؎

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ۔ نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

قرآنی بیانات کی صحت ٭

رسالہ ہذا کے گذشتہ نمبروں میں ہم اس بات کا اظہار کر چکے ہیں کہ قرآن کریم میں جن تاریخی واقعات کا حوالہ ہے وہ دراصل پیشگوئیاں تھیں جو اپنے اپنے وقت پر بصراحت تامہ پوری ہوئیں۔ ان پیشگوئیوں کا پورا اترنا ہی اس امر کا ایک بردست ثبوت ہے کہ قرآن کریم منجانب اللہ ہے۔ جن حالات کے ماتحت یہ پیشگوئیاں کی گئی تھیں اگر ان کو مدنظر رکھا جائے تو انسانی آنکھ قطعاً اس عظیم الشان مستقبل کو نہیں دیکھ سکتی تھی جس کی خبریں ان پیشگوئیوں میں برسوں پہلے دی گئی تھیں۔ مثلاً ایک یتیم مسکین بے زر بے پر انسان ایسے وقت جبکہ درو دیوار اس کے خون کے پیاسے ہیں یہ اعلان کرتا ہے کہ میرے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں گے جو مذہب میں دنیا میں لایا ہوں وہی کامیاب اور غالب ہوگا اس کے مقابل دوسرے تمام ادیان ناکام و مغلوب ہونگے اور لطف یہ ہے کہ جو کچھ اس شخص نے برسوں پہلے کہا تھا وہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا۔ یعنی عین پیشگوئیوں کے مطابق اسلام اور صاحب اسلام علیہ التحیات والسلام غالب و منصور اور آپ کے دشمن ناکام و نامراد ہوئے۔ جس پودے کو کفار نے بیخ و بن سے اکھاڑنا چاہا تھا وہ وعدہ الٰہی کے مطابق ایک بارور درخت ہوا اور جس ملک سے خدائے واحد کے پرستاروں کا اخراج تجویز کیا گیا تھا آخر وہی ملک ان موحدین کے زیرنگین ہوا اور انکے اعدائے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ جن بتوں کی حمایت میں انکے راسخ الاعتقاد خادموں نے جانیں تک لڑا دیں تھیں وہ خود سرنگوں اور ان کے حامی ذلیل و خوار ہوئے بلکہ یوں کہنا عین بجا و درست ہوگا کہ جھوٹے خداؤں کے پرستاروں پر سچے خدا پر ایمان رکھنے والوں نے فتح حاصل کی اور فتح بھی ایسی کھلی کھلی اور کامل کہ اول الذکر کا نام و نشان تک مٹ گیا اور کعبہ میں ۳۶۰ پتھروں کی بجائے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت ہونے لگی۔ کیا یہ سب واقعات اچانک ہو گئے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ان پیشگوئیوں سے ناواقف تھے جو آئے دن انکی تباہی اور ان کے گمنام حریف کی بے نظیر کامیابی کا اعلان کرتی رہتی تھیں؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ دشمنان اسلام کی سخت اور خطرناک عداوت کا بڑا باعث یہی تھا کہ وہ اپنے

٭ قابل توجہ مؤلف ینابیع الاسلام

پورے زور اور طاقت سے اِن پیشگوئیوں کو جھٹلانا چاہتے تھے اور آجکل کے مسیحیوں کی طرح اپنے جھوٹے معبودوں کی خدائی ثابت کرنیکی غرض سے اُن کی حمایت میں ناخنوں تک زور لگاتے تھے مگر چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اس لیئے آخر ش اُن کی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں اور خدا کا کلام اپنے پورے جلال سے فاران کی چوٹی پر چمکا اُس کی روشنی کعبہ کے اندر پہنچی اُس کی شعاعوں نے تیرہ چشم دشمنوں کو ایک آن کے لیئے بھی آنکھ بھر کر اپنی طرف نہ دیکھنے دیا۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کریم کی پیشگوئیاں جو ایک لمبا عرصہ پہلے شایع کی گئی تھیں وہ جیسا کہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں بڑی آب و تاب سے پوری ہوئیں ۔

پیارے ناظرین ! ممکن ہے کہ کوئی شخص ان پیشگوئیوں کو معمولی بات سمجھے اور ان کے پورا ہونیکے اتنا عرصہ بعد ان کی اہمیت کا احساس نہ کر سکے۔ اس لیئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیئے قوت متخیلہ کے تیز گام اسپ پر سوار ہولیں اور تاریخ کے وسیع میدان پر اسے جولانی دیکر اُس مقام پر پہنچ جائیں جہاں آج سے قریباً چودہ سو برس (۱۴۰۰) پہلے عرب کا دار الخلافہ یعنی متولیان کعبہ کا مسکن واقع تھا یہاں پہنچکر اگر آپ تصور کی دوربین سے چاروں طرف کا نظارہ بغور ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ دیکھیں گے کہ اسلام کا مقدس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق اُس کے درپئے آزار ہے۔ گویا ان سب نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ اب اسلام اور اسلام کے بانی کو تباہ ہی کر کے چھوڑیں گے اور ظاہر اسباب سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آخر دشمن ہی غالب رہیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ذرا بھی دل نہیں چھوڑتے اُن کے چہرہ مبارک پر مایوسی کی کوئی علامت دکھائی نہیں دیتی اور لطف یہ کہ وہ اس اڑے وقت اور ایسے نازک حالات کے ماتحت بھی بڑی تحدی سے اپنی فتح و کامیابی اور دشمنوں کی ناکامی و نامرادی کی پیشگوئی فرما رہے ہیں۔ کیا اس منظر کو دیکھکر بھی کسی شخص کو ان پیشگوئیوں کی اہمیت میں کلام ہو سکتا ہے ؟ اب آپ عالم خیال سے رجعت کر کے عالم ظاہر میں آجائیں اور جو کچھ وہاں دیکھا ہے اس کی تصدیق قرآن کریم کے مطالعہ سے کریں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے آپ کو پوری صفائی سے معلوم ہو جائے گا کہ ان

پیشگوئیوں کا اعلان اُسوقت کیا گیا تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی کمزور اور آپ کے دشمن اپنی طاقت کے پورے معراج پر متمکن تھے اور اس طاقت اور زور سے فائدہ اٹھاکر وہ غریب مٹھی بھر مسلمانوں پر ہر طرح کے مظالم توڑ رہے تھے اُن کے جبر اور سختیوں کا جواب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیا گیا وہ خدائے تعالیٰ سے خبر پاکر ان پیشگوئیوں کا شائع کرنا تھا۔ اللہ اللہ کیا عجیب بات ہے کہ اُن مغرور طاقتور موذی دشمنوں کو جن کے خیال میں کمزور مٹھی بھر مسلمانوں کا تباہ و برباد کرنا بس چند ہی دن کی بات تھی یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو! وہ دن قریب آتا ہے جب تم اپنے کیفر کردار کو پہونچوگے۔ یاد رکھو! خدائے تعالیٰ کا زبردست ہاتھ تمھارے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو پہلے راستبازوں کے دشمنوں کے ساتھ تم سے پہلے ہوچکا ہے تم نے اپنے ہاتھ سے ہلاکت کا بیج بو دیا ہے بس دن ہی جاتے ہیں کہ تم کو اس سے ہلاکت کا ثمر نصیب ہوگا جن مسلمانوں کو آج تم بیدردی سے اپنے پاؤں تلے روند رہے ہو کل وہ تمھارے املاک کے وارث اور مالک ہونیوالے ہیں۔

حاصل کلام ان مکّی پیشگوئیوں کی عظمت اور اہمیت کا صحیح اندازہ لگانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اُس زمانہ کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ یہ پیشگوئیاں کیسے ناموافق حالات کے ماتحت شائع کی گئی تھیں۔ اور کفّار نے اُنپر کیسا مضحکہ اڑایا تھا اور کسطرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار ان پیشگوئیوں کے جلدی پورا ہونیکا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں جن پرزور اور پُرجلال الفاظ میں یہ پیشگوئیاں بیان کیگئی ہیں انپر سرسری نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے پر رعب الفاظ کا استعمال ایک کمزور اور بےکس انسان کا کام ہے جو نیست کو ہست کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمزوری اور بیکسی کے مقابلہ میں مکّی آیات کی پیشگوئیوں کے پُرجلال اور پُرہیبت الفاظ پر غور کیا جائے تو واقعی حیرت اور تعجب کا سماں بندھ جاتا ہے کیونکہ ایک طرف تو مٹھی بھر کمزور مسلمان دکھائی دیتے ہیں اور انکے مقابل خونخوار دشمنوں کا موج و ملخ سا لشکر نظر آتا ہے اگرچہ دشمن اپنی کثرت پر نازاں و مغرور ہے اور فتح پر کامل یقین رکھتا ہے مگر بایں ہمہ اُسے ڈانٹ بتلائی جاتی ہے اور ڈانٹ بھی ذیل کے پرزور الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ (۶) اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ

مُنۡتَصِرٌ ۝ سَیُہۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَ یُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ۝ یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں بشتاب شکست دیجاویگی یہ جماعت اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (سورہ قمر پارہ ۲۷)

(۲) وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ ۔ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَیُّ الۡفَرِیۡقَیۡنِ خَیۡرٌ مَّقَامًا وَّ اَحۡسَنُ نَدِیًّا وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا قَبۡلَہُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ ہُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءۡیًا ۝ یعنی اور جب پڑھی جاتی ہیں اُنپر ہماری آیتیں تو کافر مومنوں کو کہتے ہیں کہ فریقین میں سے کس کا درجہ اچھا ہے اور کس کی مجلس اور جماعت بہتر ہے ہم نے ان سے پہلے کئی ایسی سنگتیں ہلاک کر دی ہیں جو اپنے ساز و سامان اور نمود کے لحاظ سے ان سے بڑھ چڑھکر تھے ؛

محولہ بالا پیشگوئیاں بطور مثال کے اُس کثیر التعداد مجموعہ میں سے نقل کر دیگئی ہیں جس سے مکّی سورتیں بھری پڑی ہیں ان آیات کریمہ کی پُرجلال عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ کسی کمزور بنی آدم کا کلام نہیں اور نہ ہی ایک ضعیف و بے وسیلہ انسان کا دل گردہ ہو سکتا ہے کہ اپنے نہایت طاقتور جانی دشمنوں سے ڈرنے کی بجائے اُلٹا اُنہیں ڈانٹ چلائے البتہ یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ کسی کمزور کی پُشت پناہ کوئی بہت بڑا زور آور ہو اور اس کمزور کو اپنے بڑے سہارے کی بروقت امداد پر کامل یقین بھی ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعینہٖ یہی معاملہ تھا یہ پیشگوئیاں خدائے تعالیٰ کی وحی تھیں اور خدا کے مقدس نبی کو اپنے مولا کے وعدوں پر پورا بھروسہ تھا اس لیئے وہ اُنکی اشاعت میں ذرا نہ جھجکے۔ انسانی آنکھ میں یہ پیشگوئیاں بلاریب ایک اعجوبہ ہیں مگر جس طرز سے یہ پوری اُتریں وہ اور بھی زیادہ عجیب اور حیران کن ہے۔ بھلا یہ کون کہہ سکتا تھا کہ لات و عزیٰ کے زبردست پُجاری مع اپنی بے شمار جماعت کے عنقریب برباد و تباہ ہو جائیں گے اور ایک دن آئیگا جب اُن کو اپنا سا مُنہ لے کر اُس مختصر سی اور کمزور جماعت کے سامنے ذلیل ہو کر بھاگنا پڑے گا جس کی زندگی بھی اس وقت اُنکے رحم پر موقوف نظر آتی ہے۔ اس میں قطعاً کلام نہیں ہو سکتا کہ یہ پیشگوئیاں اپنی اشاعت کے وقت نہایت عجیب بلکہ یوں کہیں تو بجا ہے کہ ناممکن الوقوع معلوم ہوتی تھیں لیکن یہ پوری ہوئیں اور بڑی آب و تاب سے بعینہٖ اُسی طرح

پوری اُتریں جس طرح اللہ تعالیٰ کے کلام میں وعدہ کیا گیا تھا ۔

معزز ناظرین! ہم نے ان پیشگوئیوں پر بڑے اصرار اور بڑے تکرار سے زور دیا ہے اس اصرار اور تکرار سے ہماری صرف یہ غرض ہے کہ اگر قرآن انسانی کلام اور انسانی منصوبہ ہوتا تو پہلے اس کے بنانیوالے ہی کو حالات مذکورہ بالا کے ماتحت ہرگز ہرگز حوصلہ نہ ہوتا کہ اپنے زبردست دشمنوں کو چڑائے اور زیادہ دشمن بنائے دوم زمینی کلام زمین ہی سے پیوند ہوجاتا اور اسطرح شان وشوکت اور جاہ وجلال سے ہرگز پورا نہ اترتا جسطرح کہ باوجود سخت مخالفت کے ان مکی آیات کے وعدے پورے ہوئے پس ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا اس امر کی قطعی اور بیّن شہادت ہے کہ قرآن انسانی بناوٹ نہیں بلکہ اُس خدائے قدوس کا کلام ہے جس نے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی اصلاح کے لیئے مامور کرکے بھیجا تھا اور خاص اپنی نصرت وتائید سے اپنے وعدوں اور اپنے کلام کو پورا کر دکھایا ۔

اے وے لوگو جو قرآن کریم کو انسانی منصوبہ اور خدا کی کتاب کو مسیحی اور یہودیوں کی روایات کا مجموعہ سمجھا کرتے ہو! آؤ اور ہمیں بتلاؤ کہ ہم تمھاری بات پر کیونکر یقین کریں جبکہ ہم اپنی آنکھوں سے قرآن کریم کے وعدوں کو صادق اور اسکی پیشگوئیوں کو برحق اور لفظ بہ لفظ پورا اترتا مشاہدہ کرتے ہیں دیکھو قرآن فرماتا ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (سورہ انبیاء پارہ ۱۷) یعنی البتہ تحقیق لکھدیا ہے ہم نے بیچ زبور کے پیچھے ذکر کے یہ کہ میرے صالح بندے زمین کے وارث ہونگے ۔

اس مکی آیت کریمہ کے متعلق تمھارا اعتراض ہے کہ داؤد کی زبور سے اس کا اقتباس کیا گیا ہے ہم اس اعتراض کی تردید سے قبل یہ دکھانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو مکہ اور مکہ والوں کا کیا حال تھا۔ سنیئے صاحب! مکہ اُس وقت مسلمانوں کا مکہ مکرمہ نہ تھا بلکہ لات ومنات کے بھگتوں کی بستی تھی۔ ہاں اس عرب کی سرزمین میں اُن دنوں خدائے واحد کے چند ایک پرستار تھے مگر اُن کا شمار نفی کے برابر تھا۔ ایسے وقت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرست اہل مکہ کو مطلع کردیا کہ میری

مختصر جماعت جو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے نہ صرف تمہارے اس شہر کی مالک ہو گی
بلکہ کل ملک عرب انکے تابع فرمان ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں ان کو سنادیا گیا کہ جَاءَ الْحَقُّ
وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ترجمہ آیا حق اور گم ہوا باطل
تحقیق باطل تھا گم ہو جانیوالا (سورہ بنی اسرائیل پارہ ۱۵) پھر اسکے ساتھ ہی یہ بھی
منادی کر دی گئی۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ
زَاهِقٌ۔ یعنی پھینکتے ہیں ہم حق کو اوپر باطل کے پس توڑتا ہے سر اس کا پس
ناگہاں وہ فنا ہو جاتا ہے (سورۃ الانبیا پارہ ۱۷)

مذکورۃ الصدر آیات بلا ریب پیشگوئیاں تھیں اور ان میں سے یہ الفاظ" ان الارض
یرثها عبادي الصلحون " تو ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی جس میں بت پرست
دشمنان اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی کامیابی قبل از وقت بتلائی گئی تھی اگرچہ
جب اس پیشگوئی کا اعلان کیا گیا تھا اس وقت مغرور بت پرستوں نے اسے ایک
ناممکن امر سمجھا تھا اور اس پر ہنسی و مضحکہ اڑایا تھا۔ لیکن یہ خدا کی بات تھی اور
چونکہ خدا کے کام بندوں کی رکاوٹوں اور مخالفتوں سے ہرگز نہیں رک سکتے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے ✧ بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے
اس لیئے آخر وہی ہوا جو برسوں پہلے شائع کر دیا جا چکا تھا۔ اور اس پیشگوئی کے
لفظ بہ لفظ پورا اترنے سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ الفاظ خدائے تعالیٰ کے
منہ کی باتیں تھیں نہ کسی انسان کی بناوٹ نہ کسی کتاب کا اقتباس تھا۔ جس خدا نے
داؤدؑ پر یہ الہام نازل کیا تھا وہی خدا اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں
کر رہا ہے ✧

مسیحی دوستو! تم کہہ سکتے ہو کہ عبارت مذکور کا زبور سے نقل کر لینا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیئے ممکن تھا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ان واقعات کا پیدا کر لینا اور
اس پیشگوئی کا رنگ دیکر بعینہٖ لفظ بہ لفظ پورا اتار لینا بھی آپ کے حیطہ اقتدار میں
تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس بات کا ثبوت آپ لوگوں کی گردن پر ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عبارت داؤدؑ کے زبور سے نقل کرائی تھی۔ ہر ایک وہ آدمی جو عقل و سمجھ سے عاری نہ ہو ضرور سوچ سکتا ہے کہ اگرچہ بُت پرست۔ یہودی اور عیسائیوں کی خطرناک دشمنی کے باوجود یہ امر محال تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زبور سے کوئی عبارت نقل کرتے یا کراتے تاہم جو امر بڑھ چڑھ کر تعجب خیز ہے وہ یہ ہے کہ زبور سے انتخاب بھی کیا گیا تو اُس عبارت کا جو ایک عظیم الشان پیشگوئی کے طور پر قبل از وقت شائع کی گئی اور اپنے وقت پر نہایت صفائی سے پوری اتر کر آنحضرتؐ کی صداقت کا نشان ہوئی ہم ایکدفعہ پھر اس بات کے اظہار سے نہیں رُک سکتے کہ اس پیشگوئی کا لفظ بہ لفظ پورا اُترنا ہی اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے راستباز رسول تھے۔

ناظرین! قرآن کریم پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے اور اسکی سب پیشگوئیاں سچی پیشگوئیاں ہیں پس یہ کتاب بلاریب خدائے تعالیٰ کا سچا الہام اور خاص وحی ہے۔ قرآن مجید اپنی سچائی کے لیئے اپنے اندر بے شمار ثبوت رکھتا ہے اس کتاب کو خدا کی کتاب ثابت کرنے کے لیئے کسی بیرونی سہارے یا ثبوت کی ضرورت نہیں۔ آپ اس مقدس کتاب کی تلاوت فرمائیں اسکی آیات پر غور کریں اس کی پیشگوئیوں کا اندازہ لگائیں۔ اور اُن حالات کو تصوّر کی آنکھ کے سامنے رکھیں جن کے ماتحت یہ پیشگوئیاں شائع کی گئی تھیں۔ پھر ان پیشگوئیوں کے پُرزور اور پُرجلال الفاظ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی کمزوری اور بے بس حالت سے مقابلہ کریں تب آپ کو معلوم ہوگا کہ ان پیشگوئیوں کی اصل حقیقت کیا تھی۔ اگر آپ پورے غور و خوض سے کام لیں گے تو آپ پر واضح ہو جائیگا کہ فرقان حمید۔ اللہ تعالیٰ کی سچّی کتاب ہے۔ اور روئے زمین پر کوئی ایک بھی ایسی آسمانی کتاب نہیں جو قرآن کریم کی طرح اپنے منجانب اللہ ہونے کا آپ ثبوت دے۔ یہ صرف قرآن پاک کا ہی حصہ ہے کہ اپنی سچائی کے آپ دلائل دیتا ہے اور کسی بیرونی مدد کا محتاج نہیں اس کی ہر آیت بجائے خود ایک بیّن نشان اور ہر عبارت ایک سرسبز گلستان ہے۔ سہ

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُسکی ہر عبارت میں ٭ نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

اسکے الفاظ بے نظیر موتی اور اسکے معانی سراسر نور ہیں۔ اس میں اگر تاریخی واقعات بھی مذکور

ہیں تو وہ بھی زبردست پیشگوئیاں ہیں جن کا لفظ بلفظ پورا ہونا ہی انکو خدا کا کلام ثابت کرتا ہے غرض قرآن کریم پر یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا اب جبکہ یہ ایک مسلم امر ہے کہ جن آیات میں پیشگوئیاں ہیں وہ خدا کا کلام ہیں تو پھر معترضین کا منہ خود بخود بند ہو جاتا ہے۔ اور ان کے اعتراضات خس و خاشاک کی طرح اڑ جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں کثیر التعداد پیشگوئیوں کے موجود ہونے اور پھر انکے پورا اترآنے سے نہ صرف اس اعتراض کا قلع قمع ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اِدھر اُدھر سے سُن سنا۔ لے کر خود بخود تصنیف کیا تھا بلکہ ان پیشگوئیوں کا وجود مخالفین کے ایک اور اعتراض کو بھی رد کرتا ہے یعنی اُن کے اس قول کی بھی تکذیب ہو جاتی ہے کہ بعض واقعات مندرجۂ قرآن غیر صحیح ہیں۔ کسی واقعہ کی صحت یا عدم صحت کا مدار معترضین کے نزدیک محض پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائیبل پر ہے۔ اُن کے نزدیک بس صرف وہ بات درست اور صحیح ہے جو بائیبل کے مطابق ہو اور جو بات بائیبل سے ذرا بھی مختلف ہو وہ مسیحی صاحبان کی آنکھ میں نادرست اور جھوٹ ہے۔ اس سے بھی بڑھکر اور سُنئے اُن کے خیال میں بائیبل صرف ایک کامل صحیح کتاب ہے بلکہ عالمگیر معلومات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس خود ساختہ معیار پر عمل پیرا ہو کر وہ ہر ایک ایسے واقعہ کو غلط اور جھوٹا قرار دیتے ہیں جو قرآن میں تو مذکور ہو مگر بائیبل میں اُس کا بیان نہ آئے اسی خیال خام کی بنا پر وہ حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے حالات مندرجہ قرآن پر اعتراض اُٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو تفصیل قرآن کریم نے دی ہے چونکہ وہ بائیبل میں نہیں ہے پس اس لئے غلط اور جھوٹ ہے۔ خلاصہ یہ کہ پادری صاحبان نے قرآن کریم کے قصص کی جانچ کا معیار اپنی پروٹسٹنٹ بائیبل کو قرار دیا ہے۔ لیکن وہ ہمیں یہ نہیں بتلاتے کہ اُن کے پاس اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ بائیبل اغلاط سے مبرّا اور جملہ یہودی و مسیحی واقعات تاریخیہ کا دائرۃ المعارف ہے اگر پادری صاحبان کو معلوم نہ ہو تو ہم اُن کو بتلاتے ہیں کہ بائیبل جھوٹے افسانوں۔ متضاد روایتوں اور لغویات سے مملو ہے۔ پادری صاحبان قرآن مجید کے بیان کردہ قصص کو محض اس بنا پر جھوٹا سمجھتے ہیں کہ وہ بائیبل کی روایات کے مطابق

نہیں مگر ہم اُن سب سے پوچھتے ہیں کہ اگر بائیبل خود تضاد اور بیہودگی سے بھری ہوئی ثابت ہوجائے پھر اس پر کیا حکم لگاؤ گے ؟

پادری صاحبان کی خاطر سے ہم ذیل میں بائیبل کے چند ایک متضاد مقامات پیش کرتے ہیں اور سب سے پہلے عہد عتیق اور عہد جدید سے چند ایک حوالے دیکر پادری صاحبان کو اُنکے اپنے گھر کی سیر کرا تے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ کتاب مقدس کسطرح اپنی آپ تکذیب کررہی ہے الله- الله ایک طرف قرآن ہے جو اپنی سچائی کا ثبوت دیتا ہے دوسری طرف عیسائیوں کی کتاب مقدس ہے جو اپنے تئیں آپ جھوٹا ثابت کررہی ہے - وہ متضاد عبارتیں یہ ہیں

عہد عتیق	عہد جدید
(۱) جب ارفکسد پینتیس برس کا ہوا اس سے سلح پیدا ہوا پیدائش باب ۱۱ ورس ۱۲	(۱) اور وہ (سلح) قینان کا اور وہ ارفکسد کا (بیٹا تھا) لوقا باب ۳ ورس ۳۵ و ۳۶

نوٹ :- عہد عتیق کے رو سے سلح ارفکسد کا بیٹا تھا اور عہد جدید کے رو سے سلح کے باپ کا نام قینان تھا -

عہد عتیق	عہد جدید
(۲) اور جب تارہ ستر برس کا تھا اس سے ابرام نحور اور حاران پیدا ہوئے .... اور تارہ کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی تب تارہ حران میں مرگیا - پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۶ و ۳۲	(۲) اور ابرام جب حران سے روانہ ہوا پچھتر برس کا تھا پیدائش ۱۲ ورس ۴ تب کھلدیوں کے ملک سے باہر جاکے حاران میں جا رہا وہاں سے اسکے باپ کے مرنیکے بعد اسکو اس ملک میں جس میں تم اب رہتے ہو پہنچایا - اعمال ۷ ورس ۴

نوٹ :- پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۶ و ۳۲ کے رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اپنے باپ تارہ کی وفات کے وقت ۱۳۵ برس کی تھی اور پیدائش ۱۲ ورس ۴ اور اعمال ۷ ورس ۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت انکی عمر ۷۵ برس کی تھی ...... گویا ۱۳۵ برس کی عمر میں ابراہیم ابھی صرف ۷۵ برس کے تھے ۔

عہد عتیق	عہد جدید
(۳) یہ قانون ابدی ہے احبار ۲۳ ورس ۱۴ و ۲۱ و ۳۱ و ۴۱ -	(۳) پر اب جو ہم مرگئے تو شریعت سے جسکی قید میں تھے چھوٹ گئے رومیوں باب ۷ ورس ۶

عہد عتیق	عہد جدید
(۴) اور زمین مصر سے بنی اسرائیل کے نکلنے کے بعد چار سو اسی برس گذرے تھے کہ سلیمان کی سلطنت جو اسرائیل پر تھی اُس کے چوتھے سال زیو کے مہینے جو دوسرا مہینا سال کا ہے ایسا ہوا کہ اُس نے خداوند کا گھر بنانا شروع کیا۔ اسلاطین ۶ ورس ۱	(۴) اور برس چالیس ایک وہ بیابان میں اُنکو دائی کی طرح لئے پھرا.... اور بعد اُس کے ساڑھے چار سو برس کے قریب سموئیل نبی تک انہیں قاضی مقرر کئے اسوقت سے اُنہوں نے بادشاہ چاہا تب خدا نے ایک مرد بنیا مین کے گھر سے قیس کے بیٹے ساؤل کو چالیس برس تک اُنپر مقرر کیا پھر اُسے اُتار کے داؤد کو کھڑا کیا کہ اُن کا بادشاہ ہو اعمال ۱۳ ورس ۱۸-۲۲

نوٹ :- کتاب سلاطین کے رو سے خداوند کا گھر خروج کے چار سو اسّی برس بعد بننا شروع .....ہوا لیکن اعمال کی کتاب کے حساب بموجب اس کے تعمیر پانسو بچانوے برس بعد شروع ہوئی کیونکہ ۴۰ و ۴۵۰ یعنی ۴۹۰ میں ۱۲ سال عہد سموئیل ۴۰ سال عہد ساؤل اور ۴۰ برس عہد داؤد یعنی ۱۰۱ برس اور جمع کئے جائیں تو ۵۹۱ سال ہوتے ہیں اگر انہیں سلیمان کے ۴ سال اور ملائیں تو کل مجموعہ ۵۹۵ ہوا۔

عہد عتیق	عہد جدید
(۵) اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا ۲ سلاطین باب ۲ ورس ۱۱ ایمان کے سبب سے اُٹھایا گیا تاکہ موت کو نہ دیکھے عبرانیوں ۱۱ ورس ۵ حنوک خدا کے ساتھ چلتا تھا اور غائب ہو گیا اس لیئے کہ خدا نے اُسے لے لیا۔ پیدایش باب ۵ ورس ۲۴	(۵) اور کوئی آسمان پر نہیں گیا سوا اُس شخص کے جو آسمان پر سے اُترا یعنی ابن آدم جو آسمان پر ہے یوحنا باب ۳ ورس ۱۳

عہد عتیق	عہد جدید
(۶) تب داؤد نوب میں اخیملک کاہن کے پاس آیا... سو کاہن نے مقدس روٹی اُس کو دی کہ وہاں نذر کی روٹی کے سوا جو خداوند کے آگے سے اُٹھائی گئی تھی (اور روٹی نہ تھی) اسموائیل باب ۲۱ ورس ۱ و ۶ افیطوب کے بیٹے اخیملک کے بیٹوں میں سے ایک شخص جس کا نام ابی یاتر تھا بچ نکلا اور داؤد کی طرف بھاگ گیا۔ اسموائیل ۱ باب ۲۲ ورس ۲۰	(۶) اُس (یسوع) نے اُنہیں کہا کہ کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے جب وہ اور اُس کے ساتھی محتاج اور بھوکے تھے کیا کیا وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتر کے وقت میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا کسی کو روا نہ تھا کھائیں اور اپنے اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں۔ مرقس باب ۲ ورس ۲۵ و ۲۶

نوٹ۔ ناظرین! جن عبارتوں کے اوپر خط کھینچا گیا ہے اُن کا باہم مقابلہ کریں تا آپ کو معلوم ہو کہ حضرت یسوع کا قول عہد عتیق کے بیان سے کس قدر مخالف ہے۔

مذکورۃ الصدر حوالجات میں ہم نے صرف عہد عتیق اور عہد جدید کا باہم تضاد اور تناقض دکھایا ہے اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ عہد جدید کی کتابیں بھی اس تضاد و تناقض کے مرض سے بری نہیں ملاحظہ ہوں ذیل کے چند ایک اقتباسات۔

(۱) وہ (یسوع) یوسف کا بیٹا تھا اور وہ ہیلی کا۔ لوقا باب ۳ ورس ۲۳	(۱) اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔ متی باب ۱ ورس ۱۶۔

نوٹ۔ لوقا کے بیان کے بموجب یوسف نجار کے باپ کا نام ہیلی تھا اور متی کی روایت کے رو سے اُس کا نام یعقوب تھا۔

(۲) اور جب وے خداوند کی شریعت کے موافق سب کچھ کر چکے تو	(۲) تب وہ اُٹھ کے رات ہی کو لڑکے اور اس کی ما کو ساتھ لے کر مصر کو

جلیل میں اپنے شہر ناصرت کو پھر گئے۔ لوقا باب ۲ ورس ۳۹

روانہ ہوا اور ہیرودیس کے مرنے تک وہاں رہا۔ متی باب ۲ ورس ۱۴ و ۱۵

نوٹ۔ لوقا کہتا ہے کہ یروشلم سے حضرت مریمؑ اور یوسف نجار سیدھے اپنے شہر ناصرہ کو واپس چلے گئے اور متی کہتا ہے کہ نہیں وہ مصر کو بھاگ گئے۔

(۳) پھر یوحنا کی گرفتاری کے بعد یسوع نے جلیل میں آکر خدا کی بادشاہت کی خوشخبری کی منادی کی۔ مرقس باب ۱ ورس ۱۴

(۳) بعد ان باتوں کے یسوع اور اس کے شاگرد یہودیہ کی سرزمین میں آئے اور وہ وہاں ان کے ساتھ رہا کرتا اور بپتسما دیتا تھا اور یوحنا بھی بپتسما دیتا تھا کیونکہ یوحنا ہنوز قید خانہ میں ڈالا نہ گیا تھا۔ یوحنا باب ۳ ورس ۲۲ و ۲۴

نوٹ۔ اسکے بعد شمعون (پطرس) اور اندریاس کے ایمان لانے کا ذکر ہے مرقس باب ۱ ورس ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ شمعون اندریاس پہلے بھی ایمان لا چکے تھے دیکھو یوحنا باب ۱ ورس ۴۰ و ۴۲۔

(۴) یسوع نے ناصرت جلیل سے آکر یردن میں یوحنا کے ہاتھ سے بپتسما پایا۔ اور جونہی وہ پانی سے باہر آیا اس نے آسمان کو کھلا اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔ اور روح اسے فی الفور بیابان میں لے گئی اور وہ وہاں بیابان میں چالیس دن تک رہ کر شیطان سے آزمایا گیا مرقس باب ۱ ورس ۹ - ۱۳

(۴) اور تیسرے دن (یعنی مسیح کے بپتسما لینے اور روح القدس کے کبوتر کی شکل میں اترنے کے بعد) قانائے جلیل میں کسی کا بیاہ ہوا۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس بیاہ میں دعوت تھی یوحنا باب ۲ ورس ۱ و ۲

نوٹ۔ مرقس کہتا ہے کہ بپتسمہ پانے کے بعد فی الفور روح بیابان میں لے گئی

اور مسیح چالیس دن بیابان میں رہا مگر یوحنا لکھتا ہے کہ نہیں بپتسمہ سے تیسرے دن مسیحؑ ایک دعوت میں شریک تھا۔

(۵) وہیں ایک آدمی جس میں ایک ناپاک روح تھی قبروں سے نکلتے ہوئے اُسے ملا۔ مرقس باب ۵ درس ۲۔ اور جب وہ کنارے پر اترا تو اس شہر کا ایک مرد جس پر مدت سے دیو تھے اسے ملا۔ لوقا باب ۸ درس ۲۷

(۵) دو شخص جن پر دیو چڑھے تھے قبروں میں سے نکل کر اسے ملے وے ایسے تند تھے کہ کوئی اس راستہ سے چل نہیں سکتا تھا۔ متی باب ۸ درس ۲۸

نوٹ۔ مرقس اور لوقا فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس میں ناپاک روح تھی مسیحؑ کو ملا۔ متی کہتا ہے کہ ایک نہیں تھا دو تھے۔ پھر مرقس اور متی کہتے ہیں کہ قبروں میں سے نکلکر ملے۔ لوقا کہتا ہے کہ نہیں وہ شہر میں سے نکلکر اُسے ملا۔

(۶) یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ متی باب ۵ درس ۱۷ و ۱۹

(۶) سب جتنے مجھ سے آگے آئے چور اور بٹمار ہیں... یوحنا باب ۱۰ درس ۸
چنانچہ اپنا جسم دیکے دشمنی کو یعنی شریعت کے حکموں اور رسموں کو کھولدیا (یعنی منسوخ کردیا)
افیسون باب ۲ درس ۱۵

نوٹ۔ ناظرین ملاحظہ فرماویں یسوع پہلے نبیوں کا نام چور اور بٹمار رکھتا ہے۔

(۷) تب سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ متی باب ۲۶ درس ۵۶

(۷) تاکہ وہ کلام جو اس نے کہا پورا ہو کہ جنہیں تو نے مجھے دیا میں نے انہیں سے ایک بھی گم نہیں کیا
یوحنا باب ۱۸ درس ۹

نوٹ۔ جب سب شاگرد بھاگ گئے تو وہ کلام خوب پورا ہوا۔

(۸) اور تیسرا گھنٹہ تھا کہ انہوں نے اسے صلیب دی۔ مرقس باب ۱۵ درس ۲۵

(۸) اور چھٹے گھنٹہ کے قریب تھا۔ تب وہ چلائے کہ ایجا ایجا اسے صلیب دے۔ یوحنا باب ۱۹

(۹) اور اس نے (یہودا نے) اپنی بدی کی مزدوری سے ایک کھیت مول لیا اور اوندھے منہ گرا اور اسکا پیٹ پھٹ گیا اور اسکی تمام انتڑیاں نکل پڑیں۔ اعمال باب ۱ ورس ۱۸

(۹) تب وہ (یہودا) روپے ہیکل میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر آپ کو پھانسی دی۔ متی باب ۲۷ ورس ۵

(۱۰) مسیح چار مختلف مقامات سے آسمان پر چڑھا

(۱) بیت عنیاہ سے لوقا باب ۲۴ ورس ۵۰ و ۵۱ ۔ (۲) زیتون کے پہاڑ سے۔ اعمال باب ۱ ورس ۹ و ۱۲ ۔ (۳) یروشلم کے ایک مکان سے مرقس باب ۱۶ ورس ۱۴ و ۱۹ ۔ (۴) بظاہر جلیل سے متی باب ۲۸ ۔ ورس ۱۶ ۔ ۲۰

ان اقتباسات میں ہم نے اولاً عہد عتیق و عہد جدید اور ثانیاً عہد جدید کی کتابوں کا باہم اختلاف و تناقض بطور نمونہ کے دکھایا ہے اب شاید کوئی خیال کرے کہ عہد عتیق کی کتابیں اس نقص سے منزہ ہیں اس لیئے ہم ذیل میں چند ایک ایسے حوالے بھی دیئے دیتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد جدید کی طرح عہد عتیق بھی تضاد و تناقض کے مرض کا شکار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :

(الف) اور ابراہام نے اس مقام کا نام یہوواہ یری رکھا چنانچہ یہ آج تک کہا جاتا ہے خداوند کے پہاڑ پر دیکھا جاویگا۔ پیدائش باب ۲۲ ورس ۱۴

پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا کہ میں نے ابراہام اور اسحٰق اور یعقوب پر خدائے قادر مطلق کے نام سے اپنے تئیں ظاہر کیا اور یہوواہ کے نام سے ان پر ظاہر نہیں ہوا۔ خروج باب ۶ ورس ۲ و ۳

نوٹ۔ کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہوواہ نام معلوم تھا مگر کتاب خروج میں لکھا ہے کہ یہوواہ کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہ تھا یہ نام سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتلایا گیا۔

(ب) اور قادس سے چلکر کوہ حور میں جو زمین ادوم کی حد ہے خیمہ گاہ کی

تب بنی اسرائیل نے بیرات بنی یعقان سے موسیرہ کو کوچ کیا وہاں ہارون کا

یہاں ہارون کاہن خداوند کے حکم کے مطابق کوہ حور پر گیا ... اور وہاں وفات پائی ... اور کوہ حور سے کوچ کرکے ضلمونہ میں ڈیرے کیے اور ضلمونہ سے کوچ کرکے فونون میں ڈیرے کیے۔
گنتی باب ۳۳ ورس ۳۷-۴۲

انتقال ہوا اور وہیں گاڑا گیا .... وہاں سے انہوں نے جدجودہ کوچ کیا اور جدجودہ سے یوطبات کو۔
(استثنا باب ۱۰ ورس ۶ و ۷)

نوٹ۔ ملاحظہ ہو یہ دونوں بیانات کیسے مطابق ہیں! اگر یہ تاریخیں الہامی ہیں تو ان میں ایسا کھلا کھلا اختلاف کیوں ہے؟

(ج) یسّی نے اپنے ساتوں بیٹوں کو سموایل کے سامنے حاضر کیا ... اور سموایل نے یسّی کو کہا کہ تیرے سب لڑکے یہی ہیں وہ بولا کہ سب سے چھوٹا اب تک باقی ہے کہ دیکھو بھیڑ بکریاں چراتا ہے ... (سموایل باب ۱۶ ورس ۱۰ و ۱۱)

اور یسّی سے اس کا پلوٹھا الیاب پیدا ہوا اور ابنداب دوسرا اور سمع تیسرا۔ اتنئیل چوتھا۔ ردی پانچواں۔ عوضم چھٹواں۔ داؤد ساتواں
(تاریخ باب ۲ ورس ۱۳-۱۵)

نوٹ۔ اسموایل کے رو سے داؤد علیہ السلام یسّی کے آٹھویں بیٹے تھے پھر ا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ نہیں وہ ساتواں بیٹا تھا۔

(د) سو ساؤل نے ہرکاروں سے یسّی کو کہلا بھیجا کہ اپنے بیٹے داؤد کو ... مجھ پاس بھیج .... اور داؤد ساؤل پاس آیا اور اس کے حضور کھڑا ہوا اور اس نے اسے بہت پیار کیا ہو وہ اس کا سلح بردار ہوا اور ساؤل نے یسّی کو کہلا بھیجا کہ داؤد کو میرے حضور رہنے دیجیے کہ وہ میرا منظور نظر ہوا ہے
(اسموایل باب ۱۶ ورس ۱۹-۲۲)

اور ساؤل نے جس وقت داؤد کو فلسطی کے سامنے جاتے دیکھا تو اس نے لشکر کے سردار ابنیر سے پوچھا ابنیر یہ جوان کس کا بیٹا ہے ابنیر بولا اے بادشاہ تیری جان کی قسم میں نہیں جانتا تب بادشاہ نے کہا تو تحقیق کر کہ یہ جوان کس کا فرزند ہے (اسموایل باب ۱۷ ورس ۵۵-۵۶)

نوٹ۔ تعجب ہے کہ اسموایل کے ۱۶ باب میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد ساؤل کے

بہت پیارے نخے چنانچہ اُس نے اُن کو اُنکے باپ کی اجازت .... کے ساتھ اپنے پاس رکھ لیا مگر اسی کتاب کے ۱۷ باب میں لکھا ہے کہ ساؤل حضرت داؤد علیہ السلام کو بالکل نہیں جانتا تھا اور نہ اُس کا وزیر اُن کو جانتا تھا چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ تحقیق کی جاوے کہ یہ جوان کون ہے۔ اور کس کا فرزند ہے۔

(س) اس وقت فلسطیوں کے لشکر سے ایک مرد سورما نکلا جس کا نام جاتی جولیت تھا اس کا قد چھ ہاتھ ایک بالشت لمبا تھا... اور اسکے بھالے کی چھڑ ایسی تھی جیسے جلاہے کا شہتیر.... سو داؤد ایک فلاخن اور ایک پتھر سے اس فلسطی پر غالب ہوا اور اس فلسطی کو مارا اور قتل کیا۔ (۱سموایل باب۱۷ ورس ۴-۷-۵۰)

الحنان بن یعری آرجیم نے جو بیت لحم کا تھا جاتی جولیت کو جس کا نیزہ ایسا تھا جیسا کہ جلاہے کا شہتیر ہوتا ہے مارا۔ (۲ سموایل باب ۲۱ ورس ۱۹)

(ش) اور جب وے نکون کے کھلیہان پر۔ پہنچے تو عزہ نے ہاتھ بڑھا کے خدا کے صندوق کو پکڑ کر تھام لیا۔ (۲سموایل باب ۶ ورس ۶)

اور جب وے کیدون کے کھلیہان پر پہنچے تو عزا نے صندوق کے تھامنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا۔ (۱ تاریخ باب ۱۳ ورس ۹)

(ص) اور داؤد نے ارامیون کی سات سو گاڑیاں اور چالیس ہزار سوار کاٹ ڈالے اور انکی فوج .... (۲سموایل باب۱۰ ورس ۱۸)

اور داؤد نے ارامیوں کے سات ہزار گاڑی کے سواروں کو اور چالیس ہزار پیادوں کو مار ڈالا اور لشکر کے سردار سوفک کو قتل کیا۔ (۱ تاریخ باب ۱۹ ورس ۱۸)

(ض) اور شیطان اسرائیل کے مقابلہ میں اٹھا اور داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کو شمار کرے۔ (۱ تاریخ باب ۲۱ ورس ۱)

بعد اس کے خداوند کا غصہ اسرائیل پر پھر بھڑکا کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا کہ انکا مخالف ہو کے کہا کہ جا اور اسرائیل اور یہوداہ کو گن۔ (۲ سموایل باب ۲۴ ورس ۱)

(ظ) تب بادشاہ نے ارو ناہ سے کہا یوں نہیں ... بلکہ میں قیمت دیکے اس کو تجھ سے مول لونگا... سو داؤد نے وہ کھلیہان اور وے بیل پچاس مثقال چاندی دیکے مول لئے (۲ سموایل باب ۲۴ ورس ۲۴)

سو داؤد نے ارنان کو اس جگہ کے لیئے چھ سو مثقال سونا تول کے دیا۔ (۱ تاریخ باب ۲۱ ورس ۲۵)

(ظ) سو ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی۔ (۲ سموایل باب ۶ ورس ۲۳)

ساؤل کی بیٹی میکل کے پانچ بیٹے جو برزلی محولانی کے بیٹے عدرائیل کیلیئے جنی تھی۔ (۲۔ سموایل باب ۲۱ ورس ۸)

نوٹ۔ پادری صاحبان بتلائیں کہ کیا یہ دونوں عبارتیں الہامی ہیں ؟

(ك) یہورام (بن اخی اب) شاہ یہوداہ یہورام بن یہوسفط کی سلطنت کے دوسرے سال اس کی جگہ بادشاہ ہوا (۲۔ سلاطین باب ورس ۱۷)

اور شاہ اسرائیل یورام (یہورام) بن اخی اب کی سلطنت کے پانچویں سال جس وقت کہ یہوسفط شاہ یہوداہ تھا یہورام یہوسفط کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور سلطنت کرنے لگا۔ (۲ سلاطین باب ۸ ورس ۱۶)

نوٹ۔ ۲ سلاطین باب کے رو سے یہورام بن یہوسفط۔ یہورام بن اخی اب سے ۲ سال پہلے حکومت کر چکا تھا مگر اسی کتاب کے باب میں لکھا ہے کہ یہورام بن اخی اب ۵ سال پہلے تخت پر بیٹھا۔

(ل) اور رجبعام ابی سلوم کی بیٹی معکہ کو اپنی ساری جوروں اور حرموں سے زیادہ پیار کرتا تھا... اور رجبعام نے ابیاہ بن معکہ کو رئیس کیا کہ اپنے بھائیوں میں سردار ہو (۲ سلاطین باب ورس ۲۱-۲۲)

یربعام بادشاہ کی سلطنت کے اٹھارھویں برس میں ابیاہ یہوداہ میں تخت پر بیٹھا اس نے یروشلم میں تین برس بادشاہت کی اسکی ماں کا نام میکایاہ تھا جو اوری ایل جبیعی کی بیٹی تھی (۲ تاریخ باب ۱۳ ورس ۱-

نوٹ۔ ۲ سلاطین کے رو سے ابیاہ کی ماں معکہ ابی سلوم کی بیٹی تھی مگر ۲ تواریخ کے

روسے ابیاہ کی ماں اور ہی ایل جیسی کی بیٹی تھی

(م) یہو یکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا (۲ تاریخ باب ۳۶ ورس ۹)	اور یہو یکین جب تخت پر بیٹھا تب اٹھارہ برس کا تھا (۲ سلاطین باب ۲۴ ورس ۸)

نوٹ- قرآن مجید پر اعتراض کرنیوالے اپنی کتابوں کی قابل افسوس حالت دیکھکر کچھ شرم کریں!!

(ن) غرض بعشا اپنے باپ دادوں میں شامل ہوکے سویا اور ترضہ میں گاڑا گیا اور ایلا اس کا بیٹا اس جگہ بادشاہ ہوا.... اور شاہ یہوداہ اساکی سلطنت کی چھبیسویں ۲۶ برس بعشا کا بیٹا ایلا ترضہ میں بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا (۱ سلاطین باب ۱۶ ورس ۶-۸)	اساکی سلطنت کے چھتیسویں ۳۶ برس میں اسرائیل کا بادشاہ بعشا یہوداہ پر چڑھ آیا اور رامہ کو بنایا (اس طرح گویا بعشا نے اپنی موت کے دس سال بعد شہر کی تعمیر کی) (۲ تاریخ باب ۱۶ ورس ۱)
(ک) اخزیاہ بائیس ۲۲ برس کا تھا جبکہ بادشاہ ہوا (۲ سلاطین باب ۸ ورس ۲۶)	اخزیاہ بیالیس ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا (۲ تاریخ باب ۲۲ ورس ۲)
اور وہ (اخزیاہ کا باپ یہورام) بری بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا اور وہ بتیس ۳۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور اس نے آٹھ برس یروشلم میں بادشاہت کی اور وہ بغیر اس پر ماتم کیئے ہوئے جاتا رہا اور یروشلم کے باشندوں نے اسکے چھوٹے بیٹے اخزیاہ کو اس کی جگہ بادشاہ کیا۔ (۲ تاریخ باب ۲۱ ورس ۱۹-۲۰ اور باب ۲۲ ورس اول)	

نوٹ-۲ تاریخ باب ۲۱ ورس ۱۹ و ۲۰ اور باب ۲۲ ورس ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخزیاہ کے باپ یہورام کی عمر ۴۰ برس کی تھی جب اُس نے وفات پائی اور اسکے

اگلی ورس یعنی باب ۲۲ ورس ۲ میں لکھا ہے کہ اُس کے بیٹے اخزیاہ کی عمر اُسوقت ۴۲ برس کی تھی یعنی وہ اپنے باپ سے ۲ سال بڑا تھا اور طرفہ یہ کہ اخزیاہ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ یہورام کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ جب سب سے چھوٹا بیٹا اپنے باپ سے ۲ سال بڑا تھا تو اسپر دوسرے بیٹوں کی نسبت آسانی سے قیاس ہوسکتا ہے۔ پادری صاحبان کیا یہی آپ کی الہامی کتاب ہے جو ایسی لغو اور بیہودہ غلطیوں سے بھرپور ہے کیا اسی کتاب کو تم قرآن شریف کے بیانات کی صحت کے جانچنے کے لئے معیار ٹھہراتے ہو۔

مذکورہ بالا متضاد عبارتوں پر نظر ڈالنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی اور اس میں شک وشبہ کی گنجائیش نہیں رہتی ہے کہ بائیبل جو اپنی آپ مکذّب ہے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ قرآن کریم کی جانچ کا معیار ہوسکے۔ بھلا جس کتاب کی ایک عبارت دوسری کے خلاف ہو وہ کیونکر اس قابل ہوسکتی ہے کہ اُسے قرآن کریم کے قصص کی صداقت کا معیار ٹھہرایا جاوے اگر قرآن نے کسی واقعہ کی تفصیل میں بائیبل سے اختلاف کیا ہے تو اس کے یہ معنے کیونکر ہوسکتے کہ قرآنی واقعہ جھوٹ ہے جبکہ بائیبل خود تضاد۔ لغویات اور اغلاط سے پُر ہے جب بائیبل کی اپنی کتابیں ایک دوسری کے متضاد ہیں تو کسی کو یہ کیا حق ہے کہ ایسی کتاب کو صداقت کا معیار ٹھہرائے اور اگر قرآن کریم کا کوئی واقعہ اس کتاب کے مطابق نہ ہو تو اُسے جھوٹ قرار دے ۔ (باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

مرقومہ قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل

آدمؑ سے لیکر ایں دم تک رسولانِ الٰہی آتے رہے۔ اور اپنے منجانب اللہ ہونیکے ثبوت میں نشان پر نشان لاتے رہے۔ سعید روحوں نے ان سے فائدہ اُٹھایا اور بدبخت یہی کہتے رہے لولا انزل علیه اٰیة - اور یہ کہ اگر کوئی نشان دکھاؤ۔ تو ہم ایمان لے آئیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لئن جاء تھم اٰیۃ

لیؤمنن بہا- قل انما الاٰیات عند اللّٰہ - وما یشعرکم انہا اذا جاءت لا یؤمنون - بڑی بڑی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشان دکھلایا جائے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے کہو وے نشان تو اللہ کے پاس بہت ہیں - مگر تمھیں کیا معلوم کہ جب نشان آویں تو یہ ایمان لانے کے نہیں ؛

جناب خاتم النبیینؐ - رحمۃ للعالمینؐ کے دست مبارک پر کئی نشان ظاہر ہوئے میں انسے بارہ انتخاب کرتا ہوں - اور بعینہٖ اسی رنگ میں ان کے بروز جناب مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر جو نشان دکھائے گئے ان کا بھی ذکر کرکے اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ پر ایمان لاتے ہیں - تو پھر خاتم الخلفاء کی بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں ؛

خاتم الانبیاءؐ	خاتم الخلفاءؑ
(۱) آپ کو قرآن مجید ایسی جامع فصیح و بلیغ کتاب دی گئی اور دعویٰ یہ تھا۔ لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا (بنی اسرائیل رکوع ۱۰)	باوجود ہندی الموطن ہونے اور کسی اُستاد سے یا باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپنے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں اور عرب و عجم کے فصحاء بلغاء علماء و فضلاء کو چیلنج کیا کہ انکی مثل لاؤ انعام پاؤ - بلکہ یہانتک ارشاد کیا جو اعجاز المسیحؑ کا جواب لکھنے پر تیار ہوگا وہ ہلاک ہوجائیگا (یہ پیشگوئی اپنے وقت پر پوری ہوچکی ہے)
(۲) سیھزم الجمع ویولون الدبر کے ذریعے حضور انورؐ نے اعلان کیا کہ تمام مخالف گروہ شکست یاب - اور جو مباہلہ کے لیئے مقابلہ پر آئیں گے وہ ہلاک ہونگے -	جلسہ مذاہب اعظم میں اور پھر مختلف موقعوں پر خدا نے اپنے پاک بندے کی نصرت کی۔ کوئی مخالف سامنے نہ آسکا ۵ آزمائش کے لیئے کوئی نہ آیا۔ ہر چند۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے جو مباہلہ کیلیئے اٹھا ہلاک ہوا - لیکھرام - عبداللہ آتھم - ڈوئی - چراغ الدین

(۳) واللہ یعصمک من الناس
اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔
چنانچہ ایسے ملک میں جہاں باوجود پوری شان وشوکت وحصول سلطنت کے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ شہید ہوئے آپ طوائف الملوکی۔ بے کسی بے بس ہونے کی حالت میں جانی دشمنوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہے۔

خدا نے آپ سے بھی یہی وعدہ فرمایا۔ اور اپنی الہامی عمر کے مطابق اپنی طبعی موت سے مظفر و منصور۔ کامیاب و بامراد فوت ہوئے۔ قتل کے مقدمے بنا کر مخالفوں نے پھانسنا چاہا۔ مگر خدا کی حفاظت و نصرت و تائید آپ کے شامل حال رہی۔

(۴) انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا۔
یہ ایسے وقت میں پیشگوئی فرمائی جبکہ چاروں طرف سے آپ کی مخالفت ہو رہی تھی آخر خدا نے کفر کی سرزمین کو گھٹا دیا۔ اور گھٹاتے گھٹاتے یہاں تک گھٹایا۔ کہ بلاد اللہ الاعظم جمیعا کے مطابق سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

ایک گاؤں میں آپ گمنامی اور خلوت کی زندگی بسر کرتے تھے خدا نے آپ کی زبان پر فرمایا۔ یأتون من کل فج عمیق دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے اس کے ثبوت میں اب کوئی قادیان کو دیکھے کہ ۲۵ برس میں امریکہ۔ آسٹریلیا۔ کابل غزنی کشمیر سے لوگ آ رہے ہیں۔

(۵) ان شانئک ھو الابتر
آپ کے دشمن مقطوع النسل ہونگے۔
چنانچہ ان شدید مخالفوں۔ عنادی منکروں کا کوئی نام لیوا نہیں۔

آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حال ہے۔ خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ اور بہت سی مثالیں باہر کی مل سکتی ہیں۔

(۶) فتمنوا الموت ان کنتم صادقین
آپ نے اعلان کیا کہ ہمارے خلاف کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ وما دعاء الکفرین الا فی ضلال

آپ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا کہ اگر کوئی دعا کرتے کرتے مر بھی جائے تو میرے خلاف وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(۷) حضورؐ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہمارے قبضے میں آئیں گی گو اب اس کے طواف سے بھی ہمیں روکا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ مسجدوں سے ہمیں روکا جاتا ہے مگر آخر یہ مسجدیں ہماری ہی ہو جائیں گی۔ خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس کے بھی کئی نمونے موجود ہو چلے ہیں۔

(۸) آپ نے خسرو پرویز کے مرنے کی خبر دی جس نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا تھا۔

جس نے آپؑ کی براہین کی ناقدری کی اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ نواب صدیق حسن خاں کی گرفتاری اسکی ثبوت میں پیش کیجا سکتی ہے سید احمد خاں۔ اندر من۔ دیانند کئی لیڈران قوم کے مرنے کی خبر قبل از وقت دی۔

(۹) نہروں کا نکالا جانا۔ خسوف و کسوف رمضان میں۔ یقتل الخنزیر یعنی ایک بڑے سور (بے غیرت انسان) کا قتل۔ دجال۔ یاجوج ماجوج کا خروج۔ کتابوں کا پھیلنا۔ ایک دخانی سواری کا نکلنا۔

یہ تمام نشان آپؑ ہی کے زمانے میں پورے ہوئے۔

(۱۰) ایک شخص کی نسبت جہنمی ہونے کی پیشگوئی فرمائی جس نے بہت عمدہ جنگ کی مگر آخر زخموں کی تکلیف سے خودکشی کر لی۔

چراغ جمونی نے پہلے بڑے اخلاص کا اظہار کیا۔ آپؑ نے الہام شائع فرمایا نزل بہ جبیز۔ اور یہ کہ آخر وہ ہلاک ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر عبد الحکیم۔

(۱۱) آپ کی دعا سے قریب المرگ تندرست ہوئے۔

آپؑ کی دعاؤں سے کئی ایسے مریض جن پر ڈاکٹر موت کا حکم لگا چکے۔ اچھے ہو گئے نواب محمد علی خاں صاحبؓ کا لڑکا۔ میر ناصر نواب صاحب کا لڑکا۔

(۱۲) اہالی عرب کی جو حالت تھی وہ امرء القیس کے ایک شعر سے واضح ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے تھے ؎ فمثلک حبلیٰ قد طرقتِ ومرضع۔ فالھیتھا عن ذی تمائم محول ÷ اذا ما بکی من خلفھا انصرفت لہ بشق وتحتی شقھا لم تحول۔ آخر اسی سرزمین کے لوگ عباد الرحمٰن یمشون فی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما تا آخر سورہ کے شان نزول بنے۔ کئی ایسے لوگ جو سیہ کاریوں اور بدکاریوں میں ضرب المثل تھے آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعے پاکباز بنے۔ زندہ نظیریں موجود ہیں اور ایک دنیا ایسے اصحاب کو جانتی ہے

نماز جمعہ کی ادائگی کیلئے میموریل

(ذیل کا میموریل متعلق ادائگی نماز جمعہ جو حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جاوے گا۔ بغرض اعلان ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ امید ہے کہ جملہ اہل اسلام اس کی تائید کرکے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلباء کی راہ سے ایک بڑی روک کو دور کرنے کی کوشش کا ثواب لیں گے ÷ (ایڈیٹر))

شہنشاہ جارج پنجم شاہ برطانیہ و قیصر ہند کے دربار تاجپوشی کا عظیم الشان دربار جو ۱۲ دسمبر کو ہندوستان کے شاہان اسلامی کے قدیم دار الخلافہ میں منعقد ہونیوالا ہے۔ وہ تاریخ ہندوستان میں ایک ایسا اہم واقعہ ہے کہ اس کے متعلق طبائع میں عجیب ولولے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کو صدیوں بعد یہ

عزت نصیب ہوگی کہ اس کا شہنشاہ اس کے قدیم دارالخلافہ میں تخت نشین ہوگا۔ اور شہنشاہ بھی ایسا کہ اپنی وسعت مملکت کے لحاظ سے نہ اس زمانہ میں اور نہ کسی پرانے زمانہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ پس یہ لازمی امر تھا کہ ایسے عظیم الشان اور مبارک موقعہ پر طرح طرح کی امنگیں طبائع میں پیدا ہوتیں۔ اور خصوصاً رعایا کے اس حصہ کے دلوں میں جو اپنے بادشاہ کی وفاداری کو اپنے مذہب کا ایک جزو سمجھتے ہیں ؛

اس مبارک موقعہ پر میں سلسلہ احمدیہ کا امام ہونیکی حیثیت سے ایک اہم امر کی طرف تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ سلطنت انگریزی نے جب سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے یہ زرین اصول ہمیشہ اپنے مدنظر رکھا ہے کہ ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہے اور اپنے فرائض مذہبی کی ادائگی میں اسے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو چنانچہ سب قومیں جو وسیع ملک میں آباد ہیں اپنے اپنے مذہبی فرائض اور مذہبی رسوم کی ادائگی میں ایسی ہی آزاد ہیں جیسے کہ وہ اپنے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت کے نیچے ہوتیں گورنمنٹ انگریزی کا نہ کبھی یہ منشاء ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کو بلاوجہ اس کے کسی مذہبی فرض کی ادائگی سے روکا جاوے یا ایسے اسباب پیدا کیئے جاویں جن سے ایسی ادائگی میں کسی قسم کی رکاوٹ واقع ہو۔ ہاں اگر کسی قوم کو کوئی ایسی تکلیف محسوس ہو تو گورنمنٹ کو اسکی اطلاع دینا یا اسکی طرف متوجہ کرنا یہ خود اس قوم کا فرض ہے۔ اہل اسلام سلطنت انگریزی کی ان برکات سے ہر طرح سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں لیکن ایک امر ابھی تک ایسا ہے کہ اس کی طرف گورنمنٹ کو پورے زور سے توجہ نہیں دلائی گئی اور مسلمانوں کو قیصر ہند کے ہندوستان میں تاجپوشی کے مبارک موقعہ سے بڑھکر بہتر موقعہ اس غرض کے لیئے پھر میسر آنا مشکل ہوگا ؛

جمعہ کا دن اسلام میں ایک نہایت مبارک دن ہے اور یہ مسلمانوں کی ایک عید ہے بلکہ اس عید کی فرضیت پر جسقدر زور اسلام میں دیا گیا ہے ان دو بڑی عیدوں پر بھی زور نہیں دیا گیا جن کو سب خاص و عام جانتے ہیں کیونکہ یہ عید نہ صرف عید ہے بلکہ اس دن کے لیئے قرآن کریم میں یہ خاص طور پر حکم دیا گیا ہے کہ جب جمعہ کی

اذان ہوجائے تو ہر قسم کے کاروبار کو چھوڑ کر مسجدوں میں جمع ہوجاؤ۔ جیسا کہ فرمایا۔ یاایھا الذین
اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع
یہی وجہ ہے کہ جب سے اسلام ظاہر ہوا ۔ اسلامی ممالک میں جمعہ کی تعطیل منائی جاتی رہی ہے۔
اور خود اس ملک ہندوستان میں برابر کئی سو سال تک جمعہ تعطیل کا دن رہا ہے۔ کیونکہ آیت مذکورہ بالا
کے رو سے یہ گنجائش نہیں دی گئی کہ جمعہ کی نماز کو معمولی نمازوں کی طرح علیحدہ علیحدہ بھی ادا کیا جاسکتا
ہے بلکہ جماعت میں حاضر ہونا اور خطبہ سننا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے لیے ضروری
قرار دیئے گئے ہیں۔ بلکہ عید کی نماز کے لیئے بھی اس قدر تاکید اسلام میں نہیں جس قدر کہ جمعہ کی
نماز کے لیئے ہے۔ اور مذہب اسلام کے رو سے جو شخص جمعہ کو چھوڑتا ہے وہ سخت گنہگار ہے۔
ہندوستان کی تین بڑی قوموں یعنی ہندوؤں عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے ایک خاص دن
میں عبادت الٰہی کے لیئے جس شدّ و مد سے قرآن شریف میں جمعہ کے متعلق حکم ہے باقی دو
قوموں کے سبت کے متعلق اس زور سے قطعاً انکی مقدس کتابوں میں ذکر نہیں۔
ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے اور جمعہ کے
تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے کی ہر ایک مسلمان کو ایسی سخت تاکید کی گئی ہے کہ اسے صاف
الفاظ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس وقت کسی دوسرے کام کو قطعاً نہ کرے ۔

اب یہ امر ظاہر ہے کہ جس قدر کسی بڑی قوم کے بڑے بڑے تہوار ہیں ان کے
منانیکے لیئے گورنمنٹ نے اپنی سب رعایا کو یکساں آسانی دے رکھی ہے ۔ سب سے زیادہ مشکلات
ایسے تہواروں کے منانے میں ان لوگوں کو ہوسکتی ہیں جو بوجہ ملازمت گورنمنٹ اپنے
وقت کے آپ مالک نہیں مگر ہماری مہربان گورنمنٹ نے صرف مذہبی آزادی کو مدنظر
رکھکر یہ ضروری قرار دیا ہے کہ سب قوموں کے بڑے بڑے تہواروں کے دنوں
میں تمام سرکاری دفاتر اور سب عدالتیں وغیرہ بند رہیں تاکہ وہ حصہ رعایا جو ملازم گورنمنٹ
ہیں اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ان تہواروں کے منانے میں شریک ہوسکیں
درحقیقت اگر گورنمنٹ اپنے ملازمین کو اس قدر آزادی نہ دیتی تو پھر مذہبی آزادی
برائے نام ہوتی پس گورنمنٹ کے اس طریق عمل سے کہ اپنے ملازمین کی خاطر وہ بڑے

بڑے قومی تہواروں کے دنوں میں اپنے سب دفاتر کو بند رکھتی ہے یہ امر تو ظاہر ہوگیا کہ گورنمنٹ کا دلی منشار یہ ہے کہ کسی قوم کو اپنے مذہبی فرائض کی ادائگی میں کسی قسم کی روک محسوس نہ ہو۔ لیکن جمعہ کی نماز کی ادائگی کے لیئے جہاں تک دیکھا گیا ہے اس قسم کی آزادی ابھی تک حاصل نہیں اور شہنشاہ ہند کی تاجپوشی کے مبارک موقعہ اس آزادی کے حصول کے لیئے جس قدر زور دیا جائے کم ہے ؛

یہ تو ظاہر ہے کہ نظام گورنمنٹ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر ہفتہ میں دو دن کی تعطیل ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اتوار شاہ وقت کے مذہب کے لحاظ سے تعطیل کا ضروری دن ہے۔ پس کوئی ایسی تجویز گورنمنٹ کے سامنے پیش کرنی چاہیئے جس سے نظام گورنمنٹ میں بھی کوئی مشکلات پیش نہ آویں اور اہل اسلام کو یہ مذہبی آزادی بھی ملجائے اس کی آسان راہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت یا تو سب دفاتر اور عدالتیں سکول کالج وغیرہ دو گھنٹے کے لیئے بند ہو جاویں یا کم از کم اتنی دیر کیلیئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبار کو اجازت ہو کہ وہ نماز جمعہ ادا کریں اور اس کے متعلق جملہ دفاتر و جملہ محکموں میں گورنمنٹ کی طرف سے سرکلر ہو جائے۔ گو اس وقت بعض افسر اس قسم کی اجازت اپنے ماتحتوں کو دیدیتے ہیں مگر ایسی مثالیں کم ہیں اور خصوصاً سکولوں اور کالجوں میں تو بالکل نہیں۔ ایسی اجازت نہ صرف مسلمانوں کی راہ سے ایک بڑی روک کو اٹھائیگی بلکہ آخرکار گورنمنٹ کیلیئے بھی بہ فائدہ مند ثابت ہوگی۔ کیونکہ نماز جمعہ میں ایک لازمی جزو خطبہ کا سننا ہے۔ اور خطبہ کیا ہے اس میں یا تو اخلاقی وعظ ہوتا ہے یا پیش آمدہ امور میں مسلمانوں کو جو راہ اختیار کرنی چاہیئے اس کا ذکر ہوتا ہے۔ گورنمنٹ خود اس ضرورت کو محسوس کرتی ہے کہ طلبار کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام ہو تاکہ جو بد نتائج خالی دنیوی تعلیم سے پیدا ہو رہے ہیں جس کے ساتھ اخلاقی اور دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ان کا انسداد ہو سکے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر گورنمنٹ اور علمائے اہل اسلام توجہ کریں تو جمعہ کے خطبہ سے بڑھکر کوئی بہتر صورت اخلاقی اور دینی وعظ اور تعلیم کی نہیں کیونکہ اس سے سب خاص و عام فائدہ اٹھا سکتے ہیں ؛

اور یہ امر کہ جمعہ کے دن دو گھنٹوں کے لیئے مسلمان ملازمین اور مسلمان طلبا کو
نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے اجازت دیدی جاوے کوئی ایسا امر نہیں جس سے گورنمنٹ
کی راہ میں کوئی مشکلات پیدا ہوتی ہوں کیونکہ سکولوں اور کالجوں میں تو یہ ضرورت صرف
سردیوں کے موسم میں پیش آئے گی۔ گویا سال میں صرف چھ ماہ کیلیئے اس انتظام
کی ضرورت ہوگی باقی چھ ماہ اس وجہ سے کہ سکول اور کالج گرمیوں میں گیارہ یا بارہ
بجے بند ہوجاتے ہیں۔ ایسی ضرورت نہ ہوگی۔ اور ملازمین گورنمنٹ کی اس قدر دیر کے
لیئے غیر حاضری سے جس قدر نقصان ہوگا اسکی تلافی وہ خود بعد از وقت کام کر کے
کر سکتے ہیں کیونکہ جو کام انکے ذمہ ڈالا گیا ہے وہ انہیں بہر حال پورا کرنا ہوگا۔ برٹش
گورنمنٹ کے نظام میں اس قسم کی مثالیں پہلے موجود ہیں کیونکہ اس گورنمنٹ کو مختلف
قوموں پر حکمرانی کا موقعہ خدا نے دیا ہے اس لئے وہ حتی الوسع ان مختلف اقوام کے مذہبی
اصولوں کو مدنظر رکھکر کام کرتی ہے۔ چنانچہ مصر میں جہاں بڑا عنصر آبادی کا مسلمان ہے
اور خدیو مصر برٹش نگرانی کے نیچے حکمرانی کرتے ہیں۔ وہاں تعطیل کا دن بجائے اتوار
کے جمعہ ہی ہے۔ چنانچہ سکول کالج دفاتر عدالتیں وہاں جمعہ کو بند ہوتی ہیں اور اسطرح پر
اہل اسلام کو اس حکم کے بجالانے میں جو نماز جمعہ کے متعلق تاکیدی طور پر قرآن کریم میں
دیا گیا ہے کوئی دقت نہیں۔ مگر وہاں چونکہ ایک کثیر حصہ اعلیٰ عہدہ داران کا انگریزوں کا
ہے جو عیسائی مذہب رکھتے ہیں اس لیئے گورنمنٹ نے انکو یہ سہولت دے رکھی ہے کہ
وہ اتوار کے دن چاہیں تو کام پر حاضر نہ ہوں اور اپنے کام کو باقی دنوں میں پورا کر دیں۔
پس جہاں اعلیٰ عہدہ داران کو محض ان کی مذہبی آزادی قائم رکھنے کے لیئے برٹش
گورنمنٹ نے اس قدر اجازت دیدی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان ملازمین کو جنکی
نسبت بھی کل عملہ سے بہت تھوڑی ہے۔ صرف دو گھنٹے کے لیئے اجازت کا
ملجانا ایک یقینی امر ہے۔ کیونکہ صرف ساتویں دن دو گھنٹے کے لیئے چند ملازمین کی
غیر حاضری سے .. .. جو وہ بھی اکثر غیر ذمہ داری کے
عہدوں پر ہوں گے کام کا کوئی بڑا حرج متصور نہیں اور اگر کوئی حرج ہو بھی تو وہی

ملازم خود اپنے کام کو پورا کرنے کے ذمہ وار ہونگے ۔

غرضکہ ایک طرف جب ہم نماز جمعہ کے لیئے سخت تاکیدی حکم قرآن شریف میں پاتے ہیں۔ جسمیں اسقدر تاکید ہے کہ صاف الفاظ میں یہ کہا گیا ہے کہ جب نماز جمعہ کا وقت جائے تو تم دنیا کے ہر ایک قسم کے کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کی ادائگی میں مصروف ہو جاؤ۔ اور جبتک نماز ادا نہ کر لو کسی کام کی طرف متوجہ نہ ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کی سخت گرفت کے نیچے آ دُگے اور اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نماز جمعہ میں خطبہ میں جو اخلاقی تعلیم مسلمانوں کو دیجاتی ہے وہ ملک اور گورنمنٹ کے لیئے کسقدر مفید ہے ۔ اور پھر دوسری طرف ہم ایسی نظیر بھی پاتے ہیں جس میں اسی قسم کی دقت ایک دوسرے ملک میں پیش آنے پر انگریزی گورنمنٹ نے اپنے ملازمین کے مذہبی حقوق کی ادائگی کو ان کے سرکاری کام میں حاضری پر ترجیح دیکر علاوہ تعطیل کے دن کے ایک دن اور بھی انہیں غیر حاضر رہنے کی اجازت دی ہے ۔ اور جو امر ہم پیش کرتے ہیں اس کی دقت اس دقت سے بدرجہا کم بھی ہے کیونکہ صرف دو گھنٹے کی رخصت نماز جمعہ کی ادائگی کے لیئے نہ آرام کیلیئے ہم چاہتے ہیں ۔ تو ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ شہنشاہ جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقعہ پر کرکے چھ سات کروڑ نہیں بلکہ کل دنیا کے مسلمانوں کے دلوں کو مسخر کرے گی کیونکہ مسلمان قوم سب سے بڑھکر مذہبی آزادی کی دل سے قدردانی کرنے والی ہے ۔

ان وجوہات مذکورہ بالا کی بنا پر ہم نے ایک میموریل تیار کیا ہے جو حضور وائسرائے ہند کی خدمت میں بھیجا جاویگا لیکن چونکہ جس امر کی اس میموریل میں درخواست کیگئی ہے وہ جملہ اہل اسلام کا مشترک کام ہے ۔ اس لیئے قبل اسکے کہ یہ میموریل حضور وائسرائے کی خدمتمیں بھیجا جاوے ہم نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ اسکا خلاصہ مسلمان پبلک اور مسلمان اخبارات اور انجمنوں کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ سب اس پر اپنی اتفاق رائے کا اظہار بذریعہ رزولیوشنوں وتحریرات وغیرہ کے کرکے گورنمنٹ پر اس سخت ضرورت کو ظاہر کریں ۔ تاکہ اس مبارک موقعہ پر یہ آزادی اہل اسلام کو حاصل ہو جاوے ۔ ہمیں غرض صرف اس امر سے ہے کہ جملہ اہل اسلام کے اتفاق سے جیسی کہ یہ ضرورت متفقہ ہے یہ درخواست حضور وائسرائے ہند کی

م اگر کل ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر اس مذہبی رکاوٹ کے دور کیے جانے کی درخواست کریں ۔ تو گورنمنٹ انگریزی ضرور ان کی اس دقت پر غور فرما کر اس کی اصلاح اس مبارک موقعہ پر ۔

خدمتمیں پیش ہو۔ اور یہ غرض نہیں کہ ضرور ہم ہی اس کو پیش کرنیوالے ہوں چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دل میں یہ تحریک ڈالی ہے اس لیئے ہم نے اسے پیش کردیا ہے۔ اگر کوئی انجمن یا جماعت ایسی ہو جو صرف اس وجہ سے اس کے ساتھ اتفاق نہ کرے کہ یہ میموریل ہماری طرف سے کیوں پیش ہوا ہے۔ تو ہم بڑی خوشی سے اپنے میموریل کو گورنمنٹ کی خدمتمیں نہیں بھیجیں گے بشرطیکہ اس کے بھیجنے کا اور کوئی مناسب انتظام کرلیا جاوے ؛

پس یہ اشتہار جملہ ایڈیٹران اخبارات اسلامی۔ وسکرٹریان انجمنہائے وشاخہائے لیگ ومعزز اہل سلام کی خدمت میں اس غرض کیلیئے بھیجا جاتا ہے کہ بہت جلد بذریعہ ریزولیوشنوں کے اور بذریعہ تحریرات کے اسپر اظہار رائے کریں تاکہ عام مسلمانوں کی طبائع کا میلان دیکھکر اس درخواست کو پیش کیا جاوے ؛

المعلن

نورالدین (خلیفة المسیح الموعودؑ) یکم جولائی سنہ ۱۹۱۱ء

ماہوار رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان

تعلیم الاسلام ہائی سکول :- امتحان انٹرنس میں ۲۶ طلباء میں سے جو امتحان میں گئے ۱۵ کامیاب ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ یہ نتیجہ اس لحاظ سے کہ امتحان انٹرنس میں نصف سے کم طلباء بحیثیت مجموعی کامیاب ہوئے ہیں قابل تعریف ہے۔ جسقدر محنت اس سکول کے طلباء یا اساتذہ کرتے ہیں اسکی نظیریں بہت کم ہیں۔ مگر بعض مشکلات ایسی ہیں کہ جن کا اثر کچھ نہ کچھ نتائج پر لازمی طور پر پڑتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بہت سے لڑکے جو آخری سال میں آکر اس سکول میں داخل ہوتے ہیں۔ کمزور ہوتے ہیں اور احباب کی دلشکنی اور بعض دیگر وجوہات سے انکو لینے سے انکار کرنا مناسب نہیں ہوتا مگر انکی کمزوری کا چند ماہ میں رفع ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اور اس کا اثر یونیورسٹی نتائج پر پڑتا ہے۔ اسی لیئے بار بار احباب کیخدمت میں سے گذارش کیگئی ہے کہ عموماً طلباء کو یہاں چھوٹی عمر میں بھیجنے کی کوشش کریں۔ ایسے طلباء دینی فائدہ بھی زیادہ اُٹھاتے ہیں اور دنیوی تعلیم میں بھی اچھی ترقی کرسکتے ہیں

بہر حال گذشتہ تین سال سے نتائج متواتر بلحاظ عمدگی کے ترقی پر ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سے پیوستہ سال میں ۴۷ فیصدی طلباء کامیاب ہوئے سال گذشتہ میں پچاس فیصدی اور اس سال ۵۸ فیصدی۔ کل تعداد طلبا میں بھی جو یونیورسٹی امتحان میں شامل ہوئے گذشتہ سے پیوستہ سال کی نسبت ۳ ۱/۲ فیصدی کی ترقی ہوئی ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر آیندہ سال میں گذشتہ کی نسبت ترقی ہی نظر آئے گی۔

چندہ تعمیر۔ چندہ تعمیر کے متعلق جو تحریک کی گئی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس میں بہت کچھ کامیابی ہوئی جسکی کسی قدر اطلاع گذشتہ نمبر میں دیجا چکی ہے۔ قادیان میں بھی حضرت میر ناصر نواب صاحب کی تحریک سے خاصی رقم چندے کی ہوگئی۔ اور جناب میر صاحب موصوف بٹالہ امرتسر کپورتھلہ تک بمعیت جناب مفتی محمد صادق صاحب ایک مختصر سا دورہ چندہ تعمیر بورڈنگ ہوس کے لیئے کر آئے ہیں۔ اور قریب دو ڈھائی سو روپیہ نقد وصول کرنے کے علاوہ ہر جگہ تحریک کر آئے ہیں کہ چندہ تعمیر بورڈنگ کے لیئے جو تجویز ہر ایک احمدی سے ایک ماہ کی آمد لینے کے متعلق کی گئی تھی۔ اسکو تازہ رکھا جاوے اور باقساط چندہ وصول کرنے کی کوشش کی جاوے۔ اب آپ کا ارادہ لاہور سے آگے گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ گجرات۔ لالہ موسیٰ۔ بھیرہ۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ ایبٹ آباد۔ مانسہرہ۔ مقامات میں جانیکا ہے۔ امید ہے کہ احباب ہر جگہ پہلے سے خاص تحریک کرکے جناب میر صاحب کی خیر مقدم کے لیئے تیار رہیں گے اور انہیں خوش کرکے آگے رخصت کریں گے۔ یہ کام محض ایک قومی کام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے وہی اس کے سامان بھی پیدا کر دے گا۔ حضرت میر صاحب بھی اقرضوا اللہ قرضاً حسناً پر عمل کرنیکی ترغیب دلانیکے لیئے احباب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ احباب اس موقعہ پر اپنی تکالیف اور مشکلات پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم کرکے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عملی ثبوت دیں گے۔ جیسا کہ بہت سے مقامات سے یہ عملی ثبوت مل بھی چکا ہے۔

موجودہ مالی مشکل کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ بورڈنگ ہوس کی تکمیل کیلئے کسی قدر

اور اینٹ کی ضرورت تھی جسکی خاطر بھٹہ چڑھانا پڑا۔ اور بھٹہ چڑھاکر پھر صرف اسیقدر اینٹ پکوانے پر بس نہ ہوسکتی تھی جسکی ضرورت صرف بورڈنگ ہوس کے لیئے تھی۔ بلکہ آئندہ کاموں کو مدِ نظر رکھکر کچھ زاید اینٹ بھی پکوانی پڑی۔ اور اس طرح پر عمارت کے خرچ کے ساتھ قریب گیارہ ہزار روپیہ بھٹہ پر بھی خرچ ہوگیا۔ جس میں سے انشاء اللہ تعالےٰ بورڈنگ ہوس کی تکمیل پر سات آٹھ ہزار روپے سے زیادہ کی اینٹ آئندہ ضرورتوں کے لیئے موجود رہے گی۔ دوسری طرف عمارت کے بعض اخراجات اکٹھے آپڑتے ہیں مثلاً اسی موقعہ پر گرڈروں کی خرید پر تین ہزار روپے کے قریب اکٹھا خرچ کرنا پڑا۔ مگر خزانہ انجمن میں پندرہ سو روپے کا رہ جانا اگر فکر کی بات تھی تو محض اس وجہ سے کہ عمارت کا کثیر خرچ ابھی درپیش ہے۔ ورنہ معمولی ماہوار اخراجات کے لیئے اللہ تعالےٰ کے فضل سے عموماً معمولی ماہوار آمد مکتفی ہوجاتی ہے۔ اور یوں تو جب سے سلسلہ کے ساتھ سکول میگزین وغیرہ کے اخراجات شروع ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کا جو اس کاروبار کے چلانے میں معاون رہے ہیں ہمیشہ یہی یقین رہا ہے کہ یہ کاروبار محض خدا کے فضل سے چل رہے ہیں۔ اس لئے بڑی بڑی مشکلات کے وقتوں میں بھی اللہ تعالےٰ نے نصرت فرمائی اور ہر کام میں محض اسی کے فضل اور نصرت سے یوماً فیوماً ترقی ہی ہوتی چلی گئی ہے۔ گو ظاہری مشکلات بعض وقت کارکنوں کو ایسی بھی محسوس ہوئی ہوں کہ وہ مایوسی کے قریب قریب پہنچ گئے ہوں۔ چنانچہ آج سے چھ سات سال پہلے ایسے ہی بعض مشکلات کے پیش آنے پر جبکہ مدرسہ کا انتظام جناب خانصاحب محمد علی خان صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے موجودہ امام خلیفۃ المسیح حضرت مولوی نورالدین صاحب و حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور اس عاجز کو بلاکر فرمایا کہ مدرسہ میں سخت مالی مشکلات کی وجہ سے نواب صاحب گھبرا گئے ہیں اور وہ اس مدرسہ کے توڑنے کی تجویز کرتے ہیں مگر ایسا نہیں ہوسکتا۔ گھبرانیکی کوئی ضرورت نہیں آپ اس کام کو اپنے ذمہ لے لیں اللہ تعالےٰ ہمارے سب کاروبار کا معاون ہے اور وہ یقیناً ہمارے ہر ایک کام میں ہمارا ناصر و معاون ہوگا اور یہ مشکلات سب پاش پاش ہوجاویں گی چنانچہ اس وقت کے بعد مدرسہ کے

ایک غیر معمولی ترقی ہر پہلو سے کی ہے۔ نہ صرف مدرسہ کی عمارت کا وہ حصہ جو بوقت کی مالی مشکلات کی وجہ سے فروخت ہو چکا تھا واپس آگیا۔ بلکہ مدرسہ کے اخراجات ہر طرح سے بڑھتے گئے بہت سی نئی عمارتوں کی سابقہ عمارت مدرسہ کے ساتھ ایزادی ہوئی اور آخر کار یہ وسیع قطعہ شہر سے باہر مزید توسیع کے لیئے خرید اگیا جہاں اسوقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بورڈنگ ہوس کی ایک ایسی عظیم الشان عمارت کھڑی ہو گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قایم کردہ سلسلہ کی عظمت کا ایک ظاہری نشان ہے اور یہی **دارالعلوم** کا بنیادی پتھر ہے ؀

یتامیٰ کے متعلق بھی میں اپنے احباب کو خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس فنڈ کی موجودہ گنجایش کا یہ حال ہے کہ اور درخواستوں کی منظوری تو ایک طرف رہی جن یتامیٰ کی پرورش کو انجمن اپنے ذمے لے چکی ہے انکے اخراجات چلانیکے لیئے بھی کافی روپیہ نہیں ہے کسی یتیم کی درخواست آجانے پر ایسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو گنجایش نہیں ہوتی اور دوسری طرف یتیم کو رد کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی رحیم طبیعت اس بات کو برداشت نہیں کرتی۔ اس لیئے میں سب احباب کو زور سے توجہ دلاتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے جناب میر صاحب کو چندہ تعمیر کے علاوہ یتامیٰ کے لیئے چندہ کرنیکی تحریک کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ امید ہے کہ سب احباب اس نیک تحریک میں بھی انکی اعانت فرمائیں گے ؀

اصول اسلام یعنی لیکچر جو ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی طرف سے جلسۂ مذاہب میں بمقام الہ آباد پڑھا گیا تھا علیحدہ رسالہ کی صورت میں انگریزی اور اردو میں چھپکر تیار ہے اشاعت اسکی مفت ہے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ محصولڈاک کے ٹکٹ بھیجکر حسب ضرورت کاپیاں منگوالیں اور بکثرت شائع کریں ؀

محمد علی
سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان